Regd.# MC-1366

دینی اخلاق اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ فہمِ دین

• جلد 10 / • شمارہ 10 / • اپریل / 2021

رمضان مبارک

پہلا قرینہ

کمائی کا موسم

منہ ول کعبے شریف

صبر

BAITUSSALAM
PUBLICATIONS
WWW.BAITUSSALAM.ORG/BS/PUBLICATIONS

91400056741

Baitussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +9221-111-298-111

BAITUSSALAM

BAITUSSALAM PUBLICATIONS

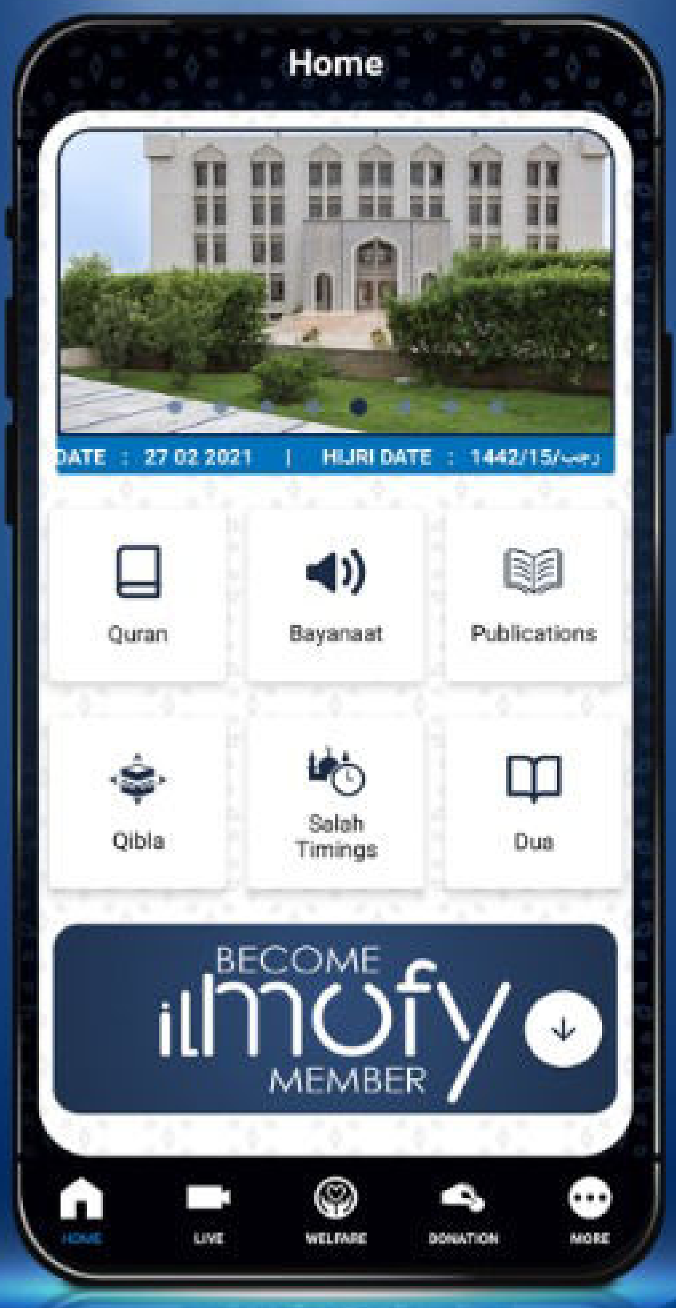

AT A DISTANCE OF ONE CLICK!

ALL MAGAZINES OF BAITUSSALAM PUBLICATIONS

Download the Baitussalam App from Play Store and read away...

Available on the App Store

GET IT ON Google Play

Monthly Fahmedeen (Urdu) | Quarterly Majallatussalam (Arabic)
Quarterly Intellect (English) | Monthly Radiance (English) | Baitussalam Bulletin (Urdu & English)

FURTHERMORE, YOU WILL FIND IN THIS APP:

- Mushaf for recitation of the Holy Quran
- Prayer times (Inflight Prayer Timings)
- Qiblah guide (will help in finding the Qibla, especially during a journey)
- Sheikh ul Islam Hadhrat Mufti Muhammad Taqi Usmani Hafizahullah's spiritual discourses
- All spiritual talks of Hadhrat Maulana Abdul Sattar Hafizahullah, Booklets of Islahi discourses
- Details of the educational and welfare services of Baitussalam both locally and internationally.
- Ways to contribute in our educational and welfare services provided by Baitussalam
- Guidelines on sending zakat, alms and donations online, including participating in the Collective Qurbani

And much more

BaitussalamWelfareTrust | baitussalamwelfaretrust | Baitussalam
baitussalam_org | 923162881088 | Baitussalam_Org

BAITUSSALAM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى

ترجمہ: اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

(پارہ نمبر ۶، سورۃ مائدہ، آیت نمبر ۲)

الحمد للہ

ہم ابتداء سے ہی بیت السلام مسجد سے منسلک ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہمیشہ اس کی خدمت کرنے کی توفیق عطا کرے۔

WASA

PRINTERS (PVT) LTD

Plot # 86-87, Sector-24, Korangi Industrial Area, Karachi, Pakistan.

Phone: +92 21 35122756-7-8, Fax: +92021035122758

E-mail: wasaprinters@cyber.net.pk

MILLAT™
Quality Plastic Products
SPRING
BATH SET
New Attractive Design
DUSTBIN & TISSUE BOX
2 Pcs. SET
NOW AVAILABLE
AT OUR OFFICIAL
ONLINE STORE AT
daraz
Official store link
https://www.daraz.pk/shop/millat-plastic
You Can Also
Scan QR Code
for Purchasing
our Products
MILLAT
Quality Plastic Products
Tulip
Bath Set
Reborn
CALABOND
WD 10
MANUFACTURER OF
• Kitchen Ware
• Bathroom Ware
• House Hold
• Food & Other Packagings
PARUS PLASTIC (Pvt) Limited.
E-mail: trade.enq@parusplastic.com | Website: www.parusplastic.com
Customer Feedback: cus.feedback@parusplastic.com

ماہ نامہ
فہمِ دین
کراچی

اپریل 2021

فہم وفکر

ہے جذبہ جنوں تو ہمت نہ ہار	مدیر کے قلم سے	07

اصلاحی سلسلہ

مضامین

رمضان اور تزکیہ نفس	ام نسیبہ	13
پیغام رمضان	امۃ اللہ	13
رمضان بابرکت مہینا	بنت عبد الرحمٰن	15

زیر سرپرستی
حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	قاری عبد الرحمٰن
ناظم	خالد عبد الرشید
نظرِ ثانی	طارق محمود
تزئین و آرائش	ایم اے کے انوویشن

آراء و تجاویز کے لیے
0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے
0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے
0314-2981344
marketing@fahmedeen.org

خط و کتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالے کے اجرا کے لیے
C-26 گراؤنڈ فلور سن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابان جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرِ تعاون

فی شمارہ :	40 روپے
سالانہ فیس :	520 روپے
بیرون ملک بدل اشتراک :	35 ڈالر

ناشر	مطبع	مقام اشاعت
فیصل زبیر	واسا پرنٹر	دفتر فہم دین

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا — ندا اختر — 30

خواتین اسلام

باعنوان — ارم تمیم — 35

مینا کا روزہ — ام محمد سلمان — 40

مستقبل کا سوال — قرۃ العین خرم ہاشمی — 44

باغیچہ اطفال

انوکھا نقش — احمد رضا انصاری — 50

آئی ایم سوری — صبا مسعود — 54
بچوں کے فن پارے — 56
انعامات ہی انعامات — 57

بزم ادب

بہت محترم ہے ماہ رمضان — ارسلان اللہ خان — 59
پردہ — احمد تنویر — 59
عورت — راحت عائشہ — 59
گلدستہ — 60

اخبار السلام

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ، خصوصی رپورٹ — خالد معین — 62

رمضان مبارک

ہے جذبہ جنوں تو ہمت نہ ہار

مدیر کے قلم سے

جذبہ اور شوق بڑے کمال کی چیز ہے ' اسی لیے تو کہتے ہیں کہ دُنیا کی ہر چیز کا کوئی نہ کوئی مَول لگ سکتا ہے ' مگر شوق کا کوئی مول نہیں ہے۔

جب کسی چیز کی دُھن سوار ہو جاتی ہے ' پھر رات اور دِن کی تمیز تو ختم ہو جاتی ہے ' پھر صحت اور بیماری تھوڑا دیکھی جاتی ہے ' پھر ''بے وقت'' بھی وقت بن جاتا ہے ' پھر مجبوریاں پاؤں کی زنجیریں تھوڑا بنتی ہیں ' پھر تو دُھن ہوتی ہے دُھن۔ بس ایک جذبہ ہوتا ہے کہ کرنا ہے یہ کام۔ کوئی دوسری بات نہیں ہوتی۔

یہ جذبہ ' شوق ' دھن خود بھی کمال کی چیزیں ہیں اور جن لوگوں کو یہ دولت نصیب ہو جاتی ہے ' وہ بھی کمال کے لوگ ''بَن'' جاتے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نیکی کا جذبہ تھا ' خدا کو راضی کرنے کا جذبہ تھا ' پھر امّاں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ سوال پوچھنا پڑ گیا کہ یا رسول اللہ ! کسی کی نیکیاں ستاروں کے برابر بھی ہیں؟ یہ جذبہ تھا۔ پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیقِ اکبر سے کہنا پڑ گیا کہ ''اے صدیق ! جو آپ نے نبی کے ساتھ غار میں رات گزاری ' اس کا مجھ سے سودا کر لو ' میری ساری زندگی کی نیکیاں تم لے لو اور اپنی اس ایک رات کی خدمت والی نیکی مجھے دے دو۔'' یہ جذبہ ہی تھا جو عمر سے زور لگوا رہا تھا کہ کسی طرح میں صدقے کی عبادت میں صدیق سے آگے نکل جاؤں۔ خوش حالی کے دنوں میں بھرے گھر کا آدھا مال راہِ خدا میں پیش کیا۔ صدیق کا مال اس کے مقابلے میں یقیناً کم تھا ' مگر اللہ کے رسول ﷺ نے پوچھا : گھر کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ عمر کہنے لگے : آدھا مال۔ اور صدیق نے جواب دیا : ''خدا اور خدا کا رسول بس۔''

یہ جذبہ بڑے کمال کی چیز ہے۔ دریائے دجلہ ہے۔ چوڑائی ایسی کہ پلوں کے بغیر اسے پورا کرنا ناممکن تھا ناممکن۔ ایک طرف مسلمانوں کی فوج اور کمان سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور دوسری طرف ایرانیوں کی فوج ' جنہوں نے ڈر کر دریائے دجلہ کے سارے پل توڑ دیے ' تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔ لیکن آپ اللہ کے بندے کا جذبہ دیکھیے ' دریائے دجلہ میں گھوڑے ڈال دیے۔ پوری فوج بغیر پل کے دریا سے پار ہو گئی۔ مؤرخین نے حواس باختہ ایرانیوں کے خوف کا نقشہ کھینچا ' وہ یہ کہتے ہوئے تِتر بِتر ہو رہے تھے کہ ''دیو آمدند ' دیو آمدند'' کہ یہ انسان نہیں ' کوئی دیو مخلوق ہے اور وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

یہ جذبہ بڑی قوت ہے۔ عقبہ بن نافع رحمہ اللہ مسلم سپہ سالار ہیں۔ پورا شمالی افریقہ فتح کر چکے ہیں اور بحر اوقیانوس تک پہنچ چکے ہیں ' آگے خشکی کے تمام علاقے فتح کر چکے ہیں ' چاہتے تو سکون کا سانس لیتے کہ میرا کام تو ختم ہو گیا ' مگر اللہ کے دین کو سربلند کرنے کا جذبہ ایسا کہ گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور اسے کچھ دور تک بحرِ اوقیانوس میں دوڑاتے چلے گئے اور پھر اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر یہ تاریخی جملہ کہا : اے اللہ ! اگر میرے راستے میں یہ سمندر حائل نہ ہوتا تو دُنیا کے آخری کونے تک تیرا نام بلند کرتا چلا جاتا۔ اسی کو اقبال نے کہا :

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

قارئینِ گرامی ! اپریل کا موسم تو تقریباً بہار کا موسم ہے۔ اس میں تو آدمی جذبے سے نہ بھی کام لے تو خالی انجوائے کرنے کے لیے بھی روزے رکھنا کوئی مشکل کام نہیں اور ساتھ ایمانی جذبہ بھی مل جائے تو سبحان اللہ ! ''ہر شب شبِ برات ہے ' ہر روز ' روزِ عید۔'' ٹھنڈا موسم ہے ' درمیانے دِن ہیں۔ رمضان شروع ہونے والا ہے ' رحمتِ خداوندی جوش میں آنے والی ہے۔ ہر نیکی ستر گنا ہو جائے گی ' نفل فرض کے برابر اور فرض ستر فرضوں کے برابر ہو جائے گا۔ ایسا بخشش کا موسم۔۔۔ اور محرومی !۔۔۔ توبہ ! توبہ ! واقعی محروم تو وہ ہے جو اتنا ٹھنڈا اور آسان رمضان پائے اور بخشش نہ کروا سکے۔

قارئین گرامی ! شیخ الاسلام صاحب دامت برکاتہم نے تو بڑی ہی پیاری بات فرمائی ہے :

قدم ہوں راہِ الفت میں تو منزل کی ہوَس کیسی
یہاں تو عین منزل ہے تھکن سے چُور ہو جانا

رمضان المبارک کا مہینہ تو ''راہِ الفت ہے'' یہاں تو تھک بھی گئے تو کیا تھکے؟ یہ تو ''عین منزل'' ہے ' جب اللہ کو منانا ہے ' جب جنت کو پانا ہے ' جب اپنی اصلاح کرنی ہے تو پھر تھکاوٹ کیسی؟ قارئین گرامی ! اصل بات یہ ہے کہ یہ سارا ہمت اور جذبے کا سودا ہے۔ ایسے تھوڑا شاعر کہتا ہے : ''ہے جذبہ جنوں تو ہمت نہ ہار۔'' تو پھر طے کر لیجیے کہ کوئی روزہ نہ چھوٹنے پائے ' چاہے گھر پر ہوں یا کام پر۔ پھر طے کر لیجیے کہ کوئی تراویح نہ چھوٹنے پائے ' چاہے کیسی ہی تھکاوٹ لگے ' اور قارئین ! پھر طے کر لیجیے گا کہ فرصت کے لمحات میں صرف قرآن مجید ہو گا ' چاہے رات کی نیند تھوڑی کم ہی کرنی پڑ جائے۔ گھر پر تو قرآن مجید ہوتا ہی ہے ' ابھی سے گاڑی میں اور دفتر اور دکان پر بھی قرآن مجید کا ایک نسخہ رکھ لیجیے۔ پھر دیکھیں بار بار وضو سے دِل و دماغ پُر سکون ہو گا ' خدا راضی ہو گا اور ''کرونا'' کی کیا مجال کہ بار بار صرف ہاتھ دھونے والے نہیں ' بلکہ منہ ' بازو اور پاؤں دھونے والے کے قریب بھی پھٹکے۔ اور ہاں ! ایک اور آخری بات ! یہ جنت کے مزے اکیلے نہیں لینے ' بیوی بچوں ' والدین دوست سب کو اس میں شریک کرنا ہے۔ گھر کا ماحول بھی بدل جائے اور دفتروں کا بھی۔ والسلام !

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد
مدیر کے قلم سے

فہمِ قرآن

النساء 66-74

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

وَلَوۡ اَنَّا كَتَبۡنَا عَلَيۡهِمۡ اَنِ اقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ اَوِ اخۡرُجُوۡا مِنۡ دِيَارِكُمۡ
مَّا فَعَلُوۡهُ اِلَّا قَلِيۡلٌ مِّنۡهُمۡ ؕ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ فَعَلُوۡا مَا يُوۡعَظُوۡنَ بِهٖ لَكَانَ
خَيۡرًا لَّهُمۡ وَاَشَدَّ تَثۡبِيۡتًا 66

ترجمہ: اور اگر ہم ان کے لیے یہ فرض قرار دے دیتے کہ تم اپنے آپ کو قتل کرو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو ان میں سے تھوڑے سے لوگوں کے سوا کوئی اس پر عمل نہیں کرتا اور جس بات کی انھیں نصیحت کی جارہی ہے اگر یہ لوگ اس پر عمل کرلیتے تو ان کے حق میں کہیں بہتر ہوتا اور ان میں خوب ثابت قدمی پیدا کردیتا۔ 66

تشریح نمبر 1: مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو تو بڑے سخت قسم کے احکام دیے گئے تھے، جن میں توبہ کے طور پر ایک دوسرے کو قتل کرنا بھی شامل تھا، جس کا ذکر سورۂ بقرہ (آیت: 54) میں آیا ہے۔ اب اگر کوئی ایسا سخت حکم دیا جاتا تو ان میں سے کوئی بھی عمل نہ کرتا۔ اب تو اس سے بہت آسان حکم یہ دیا جارہا ہے کہ آں حضرت ﷺ کے احکام کو دل وجان سے تسلیم کرلو، لہٰذا عافیت کا راستہ یہی ہے کہ وہ آپ کے صحیح معنی میں فرماں بردار قوم بنجائیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ کچھ یہودیوں نے یہ شیخی بھی بگھاری تھی کہ ہم تو ایسی فرماں بردار قوم ہیں کہ جب ہمارے آباء واجداد کو یہ حکم ہوا کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کریں تو انھوں نے اس جیسے سخت حکم پر عمل کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ یہ آیت ان کی اس بات کی طرف بھی اشارہ کررہی ہے۔

وَّاِذًا لَّاٰتَيۡنٰهُمۡ مِّنۡ لَّدُنَّاۤ اَجۡرًا عَظِيۡمًا 67

ترجمہ: اور اس صورت میں ہم انھیں خود اپنے پاس سے یقیناً اجرِ عظیم عطا کرتے ہیں۔ 67

وَّلَهَدَيۡنٰهُمۡ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا 68

ترجمہ: اور انھیں ضرور بالضرور سیدھے راستے تک پہنچا دیتے۔ 68

وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ
مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيۡقًا 69

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین اور وہ کتنے اچھے ساتھی ہیں! 69

ذٰلِكَ الۡفَضۡلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيۡمًا 70

ترجمہ: یہ فضیلت اللہ کی طرف سے ملتی ہے اور (لوگوں کے حالات سے) پوری طرح باخبر ہونے کے لیے اللہ کافی ہے۔ 70

تشریح نمبر 2: یعنی وہ کسی کو یہ فضیلت معاذ اللہ بے خبری کے ساتھ نہیں دیتا بلکہ ہر شخص کے عملی حالات سے باخبر ہوکر دیتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا خُذُوۡا حِذۡرَكُمۡ فَانۡفِرُوۡا ثُبَاتٍ اَوِ انۡفِرُوۡا جَمِيۡعًا 71

ترجمہ: اے ایمان والو! (دشمن سے مقابلے کے وقت) اپنے بچاؤ کا سامان ساتھ رکھو، پھر الگ الگ دستوں کی شکل میں (جہاد کے لیے) نکلو، یا سب لوگ اکٹھے ہوکر نکل جاؤ۔ 71

وَاِنَّ مِنۡكُمۡ لَمَنۡ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنۡ اَصَابَتۡكُمۡ
مُّصِيۡبَةٌ قَالَ قَدۡ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَىَّ اِذۡ لَمۡ اَكُنۡ
مَّعَهُمۡ شَهِيۡدًا 72

ترجمہ: اور یقیناً تم میں ایسا بھی کوئی ضرور ہوگا۔ جو (جہاد میں جانے سے) سستی دِکھائے گا، پھر اگر (جہاد کے دوران) تم پر کوئی مصیبت آجائے تو وہ کہے گا کہ اللہ نے مجھ پر بڑا انعام کیا کہ میں اِن لوگوں کے ساتھ موجود نہیں تھا۔ 72

وَلَئِنۡ اَصَابَكُمۡ فَضۡلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوۡلَنَّ كَاَنۡ لَّمۡ تَكُنۡۢ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهٗ مَوَدَّةٌ
يّٰلَيۡتَنِىۡ كُنۡتُ مَعَهُمۡ فَاَفُوۡزَ فَوۡزًا عَظِيۡمًا 73

ترجمہ: اور اگر اللہ کی طرف سے کوئی فضل (یعنی فتح اور مالِ غنیمت) تمہارے ہاتھ آئے تو وہ کہے گا۔۔۔ گویا تمہارے اور اس کے درمیان کبھی کوئی دوستی تو تھی ہی نہیں۔۔ کہ "کاش میں بھی ان لوگوں کے ساتھ ہوتا تو بہت کچھ میرے بھی ہاتھ لگ جاتا!" 73

تشریح نمبر 3: مطلب یہ ہے کہ یوں تو زبان سے وہ مسلمانوں سے دوستی کا دم بھرتے ہیں، لیکن جنگ میں شرکت سے متعلق ان کے خیالات تمام تر خود غرضی پر مبنی ہوتے ہیں۔ خود تو جنگ میں شریک ہوتے نہیں اور جب مسلمانوں کو جنگ میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو انکو افسوس نہیں ہوتا، بلکہ وہ خوش ہوتے ہیں کہ ہم اس تکلیف سے بچ گئے اور اگر مسلمانوں کو فتح ہوتی ہے اور مالِ غنیمت حاصل ہوتا ہے تو یہ خوش ہونے کے بجائے حسرت کرتے ہیں کہ ہم اس مالِ غنیمت سے محروم رہ گئے۔

فَلۡيُقَاتِلۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ الَّذِيۡنَ يَشۡرُوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا بِالۡاٰخِرَةِ ؕ
وَمَنۡ يُّقَاتِلۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَيُقۡتَلۡ اَوۡ يَغۡلِبۡ فَسَوۡفَ نُؤۡتِيۡهِ اَجۡرًا عَظِيۡمًا 74

ترجمہ: اور (اے مسلمانو!) تمہارے پاس کیا جواز ہے کہ اللہ کے راستے میں اور ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو یہ دعا کر رہے ہیں "اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس بستی سے نکال لائیے، جس کے باشندے ظلم توڑ رہے ہیں اور ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی حامی پیدا کردیجیے اور ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی مددگار کھڑا کردیجیے۔" 74

فہمِ حدیث

ماہِ رمضان کے فضائل و برکات

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں۔“ (اور ایک روایت میں بجائے ”ابوابِ جنت“ کے ”ابوابِ رحمت“ کا لفظ ہے) (صحیح بخای و مسلم)

تشریح: استاذ الاساتذہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ”حجۃ اللہ البالغہ“ میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے جو کچھ تحریر فرمایا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ ۔۔۔۔ اللہ کے صالح اور اطاعت شعار بندے رمضان میں چوں کہ طاعت و حسنات میں مشغول و منہمک ہو جاتے ہیں، وہ دونوں کو روزہ رکھ کے تلاوت و ذکر میں گزارتے ہیں اور راتوں کا بڑا حصہ تراویح و تہجد اور دعا و استغفار میں بسر کرتے ہیں اور ان کے انوار و برکات سے متاثر ہو کر عوام مؤمن کے قلوب بھی رمضان المبارک میں عبادات اور نیکیوں کی طرف زیادہ راغب اور بہت سے گناہوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں تو اسلام اور ایمان کے حلقے میں سعادت اور تقویٰ کے اس عمومی رجحان اور نیکی اور عبادت کی اس عام فضا کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے وہ تمام طبائع جن میں کچھ بھی صلاحیت ہوتی ہے۔ اللہ کی مرضیات کی جانب مائل اور شر و خباثت سے متنفر ہو جاتی ہیں اور پھر ماہِ مبارک میں تھوڑے سے عمل خیر کی قیمت بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے دوسرے دنوں کی بہ نسبت بہت زیادہ بڑھا دی جاتی ہے تو ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے لیے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے ان پر بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین ان کو گم راہ کرنے سے عاجز اور بے بس ہو جاتے ہیں۔

روزے کی قدر و قیمت اور اس کا صلہ

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانَ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ اَيْنَ الصَّائِمُوْنَ؟ فَيَقُوْمُوْنَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَاِذَا دَخَلُوْا اُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ اَحَدٌ (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جنت کے دروازوں میں ایک خاص دروازہ ہے، جس کو ”باب الریّان“ کہا جاتا ہے۔ اس دروازے سے قیامت کے دن صرف روزہ داروں کا داخلہ ہو گا، ان کے سوا کوئی اس دروازے سے داخل نہیں ہو سکے گا۔ اس دن پکارا جائے کہ کدھر ہیں وہ بندے جو اللہ کے لیے روزہ رکھا کرتے تھے اور بھوک پیاس کے لیے تکلیف اٹھایا کرتے تھے؟ وہ اس پکار پر چل پڑیں گے۔ اس کے سوا کسی اور کا اس دروازے سے داخلہ نہیں ہو سکے گا۔ جب وہ روزہ دار اس دروازے سے جنت میں پہنچ جائیں گے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا، پھر کسی کا اس سے داخلہ نہیں ہو سکے گا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح: روزہ میں جس تکلیف کا احساس سب سے زیادہ ہوتا ہے اور جو روزہ دار کی سب سے بڑی قربانی ہے، وہ اس کا پیاسا رہنا ہے، اس لیے اس کو جو صلہ اور انعام دیا جائے گا اس میں سب سے زیادہ نمایاں اور غالب پہلو سیرابی کا ہونا چاہیے۔ اسی مناسبت سے جنت میں روزہ داروں کے داخلہ کے لیے جو مخصوص دروازہ مقرر کیا گیا ہے، اس کی خاطر صفت سیرابی و شادابی ہے۔ ریّان کے لغوی معنٰی ہیں ”پورا پورا سیراب“ یہ بھر پور سیرابی تو اس دروازہ کی صفت ہے، جس سے روزہ داروں کا داخلہ ہو گا، آگے جنت میں پہنچ کر جو کچھ اللہ کے انعامات ان پر ہوں گے ان کا علم تو بس اس اللہ تعالیٰ کو ہی ہے جس کا ارشاد ہے کہ ”اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اُجْزِیْ بِهٖ“ بندے کا روزہ بس میرے لیے ہے اور میں خود ہی اس کا صلہ ہوں۔

کمائی کا موسم

حضرت مولانا عبدالستار حَفِظَہُ اللّٰہ

انسانی زندگی کی ترتیب کچھ اس قسم کی ہے کہ ماں کے پیٹ میں کچھ عرصہ رہتا ہے، پھر زمین و آسمان کی اس فضا میں اس دنیا کے اندر بھی کچھ زندگی کے دن گزارتا ہے اور پھر یہ آگے منتقل ہو جاتا ہے۔ اسے ہم انتقال کہہ دیتے ہیں۔ اسے ہم شفٹنگ کہہ سکتے ہیں۔ یہ پھر زندگی کے اگلے مرحلے کے لیے منتقل ہو جاتا ہے۔ یہ آگے چلا گیا ہے۔ زمین و آسمان کی تھوڑی سی زندگی کا ایک حصہ ہے، اس زندگی کے بھی کچھ موسم ایسے ہوتے ہیں، جس میں یہ انسان تھوڑے وقت میں بہت کما لیتا ہے۔ اسے سیزن کہتے ہیں۔ کمائی کا موسم کہہ دیتے ہیں۔ کمائی کا سیزن کہتے ہیں اور بسا اوقات وہ ایک سیزن ایسا لگ جاتا ہے کہ سارا سال گزارا چلتا رہتا ہے۔ دنیا والوں کے لیے اس دنیا کے بھی بڑے بڑے سیزن لگتے ہیں، لیکن مسلمان تو آخرت والا ہوتا ہے، اس کا تو یہ ایمان ہے دنیا کی زندگی چند روزہ ہے زندگی آگے ہے اور یہ ایمان کیوں نہ ہو میرے اور آپ کے پیغمبرؐ کا سبق یہی ہے ''اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشَ الْاٰخِرَۃِ'' اے اللہ زندگی تو کل کی زندگی ہے تو جب ایمان کل کی زندگی پر تر و تازہ ہو تو ایسوں کے لیے رمضان بہت بڑا اللہ کا انعام و احسان ہے۔ ایسوں کے لیے رمضان بہت بڑا سیزن ہوا کرتا ہے، بلکہ ایسوں کے لیے رمضان کے سیزن کا مہینوں پہلے انتظار ہوتا ہے، جیسے دنیا والوں کے لیے پورے سال میں جو موسم سیزن کا ہوتا ہے تو پورا سال کاروباری زندگی اس کے گرد گھومتی ہے اور کاروباری فیصلے اس کے گرد گھومتے ہیں، انتظار رہتا ہے کہ سیزن آئے گا تو جنہیں آخرت کی زندگی پر ایمان نصیب ہوتا ہے، ان کے لیے یہ رمضان بہت بڑا سیزن ہے اور ان کی زندگی پورے سال کی اس کے ارد گرد گھومتی ہے۔

علما نے لکھا ہے کہ انتظار کرنے والے 6 مہینے پہلے دعائیں کرنے لگتے ہیں، اللہ رمضان عنایت فرما دے اور بقیہ 5 مہینے یوں گزارتے ہیں کہ یا اللہ! جو تو نے کمائی دی ہے، اسے قبول بھی فرما لے اور یہ ایسی چیز نہیں جو سمجھ نہ آئے دنیا کے سیزنوں کو سامنے رکھ لیجیے، کیسا انتظار رہتا ہے اور کسی شخص کے کاروباری چند سیزن لگ جائیں، چند سالوں کے تو اسے بتانا نہیں پڑتا کہ میرا سیزن اچھا گزرا ہے، اس کی زندگی بتاتی ہے کہ اس کا سیزن اچھا گزرا ہے۔ کاروباری لحاظ سے چند سیزن اچھے لگ جائیں تو اس کی زندگی بتاتی ہے، اس کا اسٹیٹس بدل جاتا ہے، بچوں کے اسکول بدل جاتے ہیں، گاڑی بدل جاتی ہے، لباس پوشاک میں تبدیلی آجاتی ہے، سوسائٹیاں بدل جاتی ہیں، بھائی گھر بدل جایا کرتے ہیں، خوشیوں کے انداز بدل جایا کرتے ہیں تو سبھی جانتے ہیں کاروبار اچھا چل رہا ہے۔ اس کی زندگی بتاتی ہے کہ سیزن اچھا لگا ہے۔ اللہ کرے جو ہم مسلمانوں کو رمضان کا سیزن ملتا ہے کچھ ایسا ہو جائے کہ ہماری زندگیاں بتا دیں کہ ہاں میاں سیزن اچھا گزرا ہے اور اللہ نہ کرے اور ہزار بار نہ کرے کہ چالیس سال رمضان آئے گزر گئے اور پچاس سال رمضان آئے اور گزر گئے اور میری زندگی کا نقشہ تبدیل نہ ہو۔ نہ خوشیوں کے انداز بدلے نہ عبادت کا انداز و رنگ بدلا، نہ گھر کی زندگی بدلی، نہ بازار کا معاملہ ٹھیک ہوا۔ اللہ نہ کرے یہ رمضان آئے اور یوں ہی گزر جائے تو قدر دانوں کے یہاں تو اس کی بڑی قدر ہوتی ہے اور خود اللہ کے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہینوں پہلے دعائیں کر رہے ہیں، جانتے ہیں نا کہ رمضان ہے۔

حضور علیہ الصلوہ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ ''رَمَضَانُ شَھْرُ اللّٰہِ'' کہ رمضان تو اللہ کا مہینا ہے، یوں تو سارے مہینے اللہ کے ہیں، لیکن خاص طور پر کہا گیا کہ رمضان اللہ کا مہینا ہے، مطلب یہ ہے کہ اس میں اللہ کی رحمتیں بڑھ چڑھ کر برستی ہیں۔ حضرت مجدّد الف ثانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ سارا سال جو اللہ کی رحمت برستی ہے، اسے رمضان کی رحمتوں سے اتنی بھی نسبت نہیں جتنی ایک قطرے کو سمندر سے ہوتی ہے۔

یوں تو اللہ کے نبی عام طور پر زبان پر کلمات بددعا نہیں لایا کرتے تھے، لیکن ایک بار آپؐ رمضان سے پہلے شعبان کی آخری گھڑیوں میں

مسجد نبوی میں تشریف لائے ٗ منبر پر چڑھنے لگے ایک سیڑھی پر قدم رکھا آمین کہا ٗ دوسری سیڑھی پر قدم رکھا آمین کہا ٗ تیسری پر قدم رکھا پھر آمین کہا۔ بیٹھنے والے عشّاق ان کی نظر آپ کے ہر ہر حرکات و سکنات پر ہوا کرتی تھی ٗ غور سے دیکھا کہ آپ کے ممبر پر آنے کا انداز مختلف ہے۔ پوچھ لیا یا رسول اللہ (ﷺ) آپ نے آمین کہا اور پھر آمین کہا اور پھر آمین کہا۔ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے ٗ ہاں جبرئیل آمین آئے تھے اور انھوں نے ایک بد دعا کی تھی اور میں نے کہا تھا کہ اے اللہ ! اس بد دعا کو قبول فرمالے۔ انھوں نے ایک بد دعا تھی کہ کوئی شخص رمضان کی مبارک گھڑیاں پائے رمضان کا یہ مہینہ پائے جس میں رحمتیں ہی رحمتیں ہیں ٗ قدم قدم پر نوازنے اور بخشش کے فیصلے ہیں ٗ سحری کا وقت ٗ تہجد کی گھڑی ٗ بخشش کی گھڑیاں ہیں ٗ افطاری کے وقت میں دعاؤں کی قبولیت کی گھڑی ہے ٗ رمضان کی ہر رات میں فرشتہ ندا دیتا ہے کہ ہے کوئی بخشش چاہنے والا۔

اس ماہ میں اللہ رب العزت نیکیوں میں نوافل کو فرضوں کے برابر عطا فرماتے ہیں اور فرضوں کا ثواب ستر گنا بڑھا دیتے ہیں۔ یہ کم از کم ہے ٗ ورنہ دینا چاہیں تو نہ جانے کتنا گنا عطا فرمادیں ٗ جہاں اللہ رب العزت کے بخشش کے فیصلے بہانہ ڈھونڈ رہے ہیں ٗ جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں ٗ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کردیا جاتا ہے ٗ پھر خیال آتا ہے کہ شیاطین بھی قید ہوگئے ٗ پھر یہ رمضان میں گناہ کیوں ہوتے ہیں؟ پھر یہ اللہ کی نافرمانیاں رمضان میں ہوا کرتی ہیں۔

بسا اوقات مہینوں پہلے جراثیم کے اثرات ہوتے ہیں اور بیماریاں بسا اوقات اس کے اثرات سے مہینوں چلتی ہیں ٗ مہینوں پہلے جب جراثیم نے اثر کیا اور اس بیماری کا اثر مہینوں رہا۔ ایسا بھی ہوتا ہے شیاطین کا کچھ اثر ایسا بھی ہو جاتا ہے گناہوں کی لت اور عادت ایسی پڑتی ہے کہ آدمی رمضان کی ان مقدّس گھڑیوں کے اندر بھی اپنے نفس کے زیر اثر رہتا ہے۔ شیاطین قید کردیے جاتے ہیں اور اس کا اثر نظر بھی آتا ہے ٗ کتنے گناہ گار ہیں تہجد گزار نظر آتے ہیں۔ کتنے اللہ کے نافرمان ہیں ٗ ان کی زندگیوں میں اللہ کی فرماں برداری نظر آتی ہے۔ کتنے ایسے ہیں جو مسجدوں سے دور ہوتے ہیں ٗ اللہ کے گھر میں نظر آتے ہیں ٗ کتنے ایسے ہیں جن کے لیے دو چار نفل پڑھنا مشکل ہے ٗ بیس رکعت بڑے ذوق و شوق سے اللہ کا کلام سنتے نظر آتے ہیں ٗ کتنے ایسے ہیں جن کی زندگیوں میں فرائض کوئی نہیں اور سبحان اللہ نوافل کا اہتمام ہوتا ہے ٗ کتنے ایسے ہیں جو سال بھر تلاوت نہیں کرتے ٗ مگر رمضان میں کئی کئی قرآن پڑھ لیتے ہیں ٗ یہ سب اثر ہے کہ اللہ کی رحمت کا شامیانہ تن چکا ہے۔ یہ سارا اثر ہے سارے سرکش شیاطین اور جنات قید کردیے گئے ہیں۔

اور یہ بڑی بدنصیبی ہے ٗ یہ بدقسمتی ہے کہ شیاطین کے جراثیم کا اثر اتنا ہے کہ رمضان بھی انہی گناہوں کی عادت میں گزر رہا ہے ۔۔۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے : جبرئیل امین آئے اور بد دعا کی کہ اے اللہ ! جو شخص رمضان کی یہ مقدّس گھڑیاں پائے اور پھر بھی اس کی بخشش نہ ہو پھر بھی اس کی معافی نہ ہو اے اللہ تو اسے ہلاک کردے ۔۔۔ تو اللہ کے پیغمبر کہنے لگے اے اللہ اسے ہلاک کردے۔

جبرئیل امین کی بد دعا اللہ کے حبیب کا آمین کہنا ایسے شخص کی ہلاکت میں کیا شک ہے۔ ایسے شخص کی بربادی میں کیا شک ہے۔ ایسے شخص کی تباہی میں کیا شک ہے۔ رمضان آیا جہاں اللہ اپنے بندوں کو نوازنا چاہتا ہے ٗ لیکن یہ شقی بدنصیب اس مقدّس گھڑیوں کے اندر بھی خالی ہاتھ رہا۔ بڑی محرومی ہے نبی کی بد دعا بڑی سخت چیز ہے یوں تو عام مسلمان کی بد دعا بھی بڑی چیز ہے ٗ ماں باپ کی بد دعا بھی بڑی چیز ہے اور اللہ کے کسی ولی کی بد دعا بھی بڑی چیز ہے ٗ لیکن اللہ کے پیغمبر کی بد دعا پر ہمارے پاس بھلا رہا ہی کیا۔ اللہ نہ کرے اس بد دعا کے زیر اثر میرے بچے آئیں ٗ میری بچیاں آئیں ٗ میرے گھرانے کا کوئی فرد آئے ٗ میری زندگی اس کے زیر اثر آئے ٗ اللہ نہ کرے ایسا ہو ہم تو اپنے نبی سے شفاعت کے امیدوار ہیں ٗ ہمارے پاس تو نجات کا سہارا ہی آپ کی شفاعت ہے اور اگر آپ کی بد دعا ہو کہ رمضان آیا ہے اور پھر بھی اس کی زندگی کا نقشہ کوئی نہ بدلا۔ کاروباری سیزن لگتے ہیں تو زندگی بتاتی ہے کہ سیزن لگا ہے۔ رمضان آئے اور زندگی نہ بدلے کیسے ہو سکتا ہے؟ تو اللہ کا مہینا ہے ٗ رمضان کا مہینے میں اللہ اپنے بندوں کا نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا دیکھنا چاہتے ہیں۔ کون کس سے آگے بڑھ رہا ہے ٗ ایسے بھی اس امت میں گزرے ہیں رمضان کے قدر دان ٗ ایسے بھی گزرے ہیں ایک رمضان میں 61/61 قرآن ختم کیے ایسے تو کئی گزرے ہیں امت میں اور آج بھی امت میں ایسے لوگ موجود ہیں ٗ ایک رمضان میں 30/30 قرآن ختم کیے جو تلاوت کرنی ہے ٗ اسے 30 مرتبہ روز پڑھ لیں جو رات کو سنانا ہے اسے 30 مرتبہ روزانہ دہرالیا ٗ قریب حال ہی میں ایک بزرگ شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ فرمانے لگے : میری زندگی کے 40 رمضان ایسے گزرے کہ ہر رمضان میں اللہ نے مجھے 30 قرآن ختم کرنے کی توفیق نصیب فرمائی اور فرمایا کرتے تھے : میں روزانہ ایک قرآن سے کچھ زیادہ پڑھتا اگر 29 کا چاند آجائے تو میری 30 کی گنتی پوری ہو جائے۔ معاملہ ایک دو سال کا نہیں چالیس سال گرمی سردی صحت بیماری قدر دان تھے اور فرمانے لگے : ہمارے گھر کی عورتوں کا بھی یہی حال تھا ٗ ہماری بستی کاندھلہ کی تھی اور جو بچیاں حافظہ تھیں ان کے یہاں رمضان میں سونے کا تصور نہیں تھا ٗ ساری رات قرآن کی تلاوت میں گزرتی یہ حال ہی کی بات بتا رہا ہوں۔

اور ایک ہمارے بچے ہیں ٗ رمضان آتا ہے ٗ ساری رات کرکٹ میں گزر جاتی ہے لہو و لعب میں گزر جاتی ہے ٗ فضول جاگنے میں گزر جاتی ہے ٗ سڑکوں بازاروں میں گزر جاتی ہے ٗ کیا قدر دان گزرے ہیں کاندھلہ کی عورتیں جو حافظہ تھیں رات میں رمضان میں سونے کا تصور نہیں تھا اور گھر کی عورتیں چکی بھی پیسا کرتی تھیں ٗ آٹا بھی گوندھا کرتی تھیں ٗ کپڑے بھی دھویا کرتی تھیں ٗ گھر کے دوسرے کام کاج بھی کیا کرتی تھیں اور مقابلہ ہوا کرتا تھا کہ کتنی تلاوت ہوئی؟ کوئی کہتی آج میرے 18 پارے ہوئے اور کوئی کہتی 17 پارے ہوئے کوئی کہتی 16 پارے ہوئے کیا مردوں کی شان تھی قدر دانی کی اور یہی شان گھر کی عورتوں کی بھی تھی رمضان آیا ہے۔ سیزن ہے۔ کچھ ایسی کمائی ہو جائے اور بھائی دائیں بائیں ذرا نظر اٹھا کر دیکھنا چاہیے کتنے ہیں جو پچھلے سال ان دنوں میں زمین کے اوپر تھے اور آج منوں مٹی کے نیچے ہیں ایک سجدہ بھی کرنا چاہیں ٗ ایک سبحان اللہ بھی کہنا چاہیں ٗ ایک اللہ اکبر کا ثواب بھی لینا چاہیں اب اس کا موقع نہیں رہا بھائی اب حسرت ہی حسرت ہے کتنے ایسے ہیں اور کیا پتا بھائی کون کب تک جیتا ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں اس رمضان کی خوب قدر دانی نصیب فرمادے کچھ ایسا گزار لو بھائی کچھ ایسا کر لو کہ ہمارے گھروں کا نقشہ بدل جائے ہمارے بچوں کی زندگیاں بدل جائیں ٗ اللہ کرے کہ ہماری زندگیوں کا رخ بدل جائے کچھ ایسا یہ رمضان گزر جائے اللہ ہم سب کے لیے اس مقدّس مہینے کو رحمتوں کا برکتوں کا بخششوں کا ذریعہ بنادے۔ اللہ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

Shangrila
THE FOOD EXPERTS!
SHANGRILA
KETCHUP AND SAUCES
Shangrila
GARLIC CHILLI SAUCE
Shangrila
TOMATO KETCHUP
Shangrila
PIZZA SAUCE
Authentic Italian Recipe
KHAANON KAY
MUST HAVES!

رمضان اور تزکیہ نفس

ام نسیب

رمضان المبارک کا مہینا اللہ تبارک و تعالیٰ کی بڑی عظیم نعمت ہے۔ اس مہینے میں اللہ کی طرف سے کی رحمتیں موسلادھار بارش کی طرح برستی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ مبارک کے استقبال اور اس کے گزارنے کا خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ چناں چہ ایک روایت کا مفہوم ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان سے پہلے ایک خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: ”اے لوگو!! جبرئیل مجھ پر نازل ہوئے اور کہا ’خدا کی رحمت سے دور رہے گا وہ شخص جو آپ علیہ السلام کا نام سنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجے اور خدا کی رحمت سے دور رہے گا وہ شخص جو رمضان المبارک کو پائے اور مغفرت کو حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو اور دنیا سے چلا جائے۔ اے پیغمبر آپ آمین کہیے۔“ (بخاری۔ کتاب الصوم)

بے زبانوں کو جب وہ زبان دیتا ہے
پڑھنے کو پھر وہ قرآن دیتا ہے
بخشنے پہ آتا ہے جب امت کے گناہوں کو
تحفے میں گناہ گاروں کو رمضان دیتا ہے

ماہِ رمضان تزکیہ نفس اور خود سازی کا مہینا ہے۔ خود سازی کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ انسان اپنی خودی کو بُھلا کر اللہ کے احکام کو اولین ترجیح سمجھے اور اس کی بندگی کا حق ادا کرسکے۔ رمضان میں تزکیہ نفس پر عمل پیرا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی مقرر کردہ حدود و قیود کی رمضان میں پابندی کرے تاکہ غیر رمضان میں نیکیوں پر عمل اور گناہوں کو چھوڑ دینا آسان ہو جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے‘ اس لیے نہ تو بری بات کرے اور نہ جہالت کی بات کرے اگر کوئی شخص اس سے جھگڑا کرے یا گالی گلوچ کرے تو کہہ دے میں روزہ دار ہوں‘ دو بار کہہ دے۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے وہ کھانا پینا اور اپنی مرغوب چیزوں کو روزوں کی خاطر چھوڑ دیتا ہے اور نیکی دس گنا ملتی ہے اور (اللہ تعالیٰ کا قول) میں اس کا بدلہ دیتا ہوں۔ (صحیح البخاری)

بندہ مومن کی ساری توجہ اس بات پر ہونی چاہیے کہ کیسے میرا رب مجھ سے راضی ہو جائے۔ میں ایسے کون سے کام اور اعمال کروں جو اس کو راضی کردیں اور کن کاموں اور باتوں سے اپنے آپ کو روک لوں ان سے توبہ کرلوں جس سے وہ خوش ہو جائے۔

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریّان ہے۔ قیامت کے دن پکارا جائے گا کہ کہاں ہیں روزہ رکھنے والے۔ چناں چہ جو شخص روزے رکھنے والوں میں سے ہوگا صرف وہی اس میں داخل ہو جائے گا اور جو اس میں داخل ہو گیا اسے پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی۔“ (سنن ابی ماجہ)

نفسانی خواہشات و ہوس سے کنارہ کشی تمام کمالات اور فضائلِ انسانی کا منشا ہے۔ اگر کوئی اپنے آپ کو دنیا کی محبت سے دور رکھنے میں کامیاب ہو گیا اور دنیا کے تجملات میں غرق نہ ہوا تو یقیناً خدا کی طرف متوجہ رہے گا۔ تاریخ گواہ ہے کہ دنیا کے تمام مظالم‘ فساد و مفاسد دراصل ہوس پرستی اور خود پرستی کی بنا پر ہیں۔ لہٰذا قرآن میں ہمیشہ تزکیہ اور تربیت پر مقدم ذکر ہوا ہے اور یہ ماہِ مبارک دراصل اسی تزکیہ و تطہیرِ نفس کی مشق کے لیے ہے۔

آیئے اس مبارک مہینے میں اللہ کا قرب حاصل کریں تاکہ روزِ قیامت سرخروئی اور کامیابی ہمارا مقدر قرار پائے۔

پیغام رمضان

امۃ اللہ

وہ جب کبھی بازار سے گزرتی تو ساتھ میں اک بے کلی سی دل کو اداس رکھتی‘ وہ آنکھوں سے گرنے والی خواہشوں کو اٹھانا گوارہ نہ کرتی کہ اس کے لیے جھکنا لازمی عمل تھا اور بقول امی کے کہ جھکنا تو بندے کے لیے مولیٰ کے دربار میں ہی اچھا لگتا ہے۔ بلاشبہ بے کسی امر بے بسی خدا ہی کے سامنے جچتی ہے۔

حالِ دل کا مسکن سجدے کی جگہ ہے اور اشکوں کے پیمانے مولیٰ کے سامنے رکھے جاتے ہیں۔ جب نگاہوں سے حسرتوں کی بوندیں ٹپکتی ہیں نا! توانیں ل پھر خدا کی نذر کر دیا جاتا ہے۔

ایمان اور خواہشوں کا ملاپ اگر ممکن بھی ہو تو حلاوت عشق اور ناز و نعمت کا اجتماع ممکن نہیں۔ کیوں کہ دل میں دو غم اکٹھے نہیں ہو سکتے‘ اک خدا کا اور دوسرا دنیا کا۔۔۔

پس چاہیں کہ روزہ رکھ لیا جائے‘ ان تھکن سے چور غموں سے مخمور بوجھل آنکھوں کا جو شب کی تمام رونقوں کو اپنے گوشوں میں سمیٹ لیتی ہیں اور رات بھر بے چین رہتی ہیں اپنے پروردگار کی خاطر اور روزہ رکھ لیا جائے‘ ان کانوں کا جو صرف دل کی دھڑکنوں میں مولیٰ کریم کا نام ہی سننے کے عادی ہو چکے ہوں۔ اب مزید کسی کی آواز کو محسوس نہ کر پاتے ہوں‘ جن میں خاموشی کا سرور اور تنہائی کا ترنم جگہ لے چکا ہو جن کا نغمہ قرآن کا سماع ہو اور وہ زبان جسے ہر وقت پروردگار کی ملاقات کا شوق اور ہم کلامی کا انتظار ہو۔ وہ دل جو مولیٰ کو دیا جا چکا ہو پس اب کسی غیر کے لیے اس میں داخلے کی گنجائش نہ ہو۔۔۔

بے شک دنیا سرسبز و شاداب ہے اور خواہشیں رنگین ہیں۔ دور دور تک پھیلا ہوا اک سنہری جال جس کی ڈور ابلیس کے ہاتھ میں ہے‘ لیکن مبارک ہے وہ وجود جس نے خود کو پروردگار کے لیے تھکا دیا ہو اور بوجھل قدموں سے منزل کی طرف رواں دواں ہو۔

دوسروں کا مال استعمال کرنے میں احتیاط

حذیفہ رفیق

عبادات قبول ہونے اور ان کا اثر پورے طور پر ظاہر ہونے کے لیے ایک چیز بہت ضروری ہے کہ آدمی اس بات کی فکر کرے کہ اس کا کھانا' پینا مکمل طور پر حلال ہو' پاک ہو اور طیب ہو۔ نیز اس کے کھانے پینے میں کوئی ایسا عنصر شامل نہ ہو جائے' جو بے برکتی کا سبب بنے' ورنہ اس میں بے احتیاطی کی وجہ سے بہت سی بھاری بھر کم عبادتیں بھی ضائع ہو جاتی ہیں' دعاؤں کی قبولیت اٹھ جاتی ہے اور آدمی کو اس کا خیال بھی نہیں گزرتا۔ حلال مال کی بابت جہاں دوسرے بہت سے اہتمام ضروری ہوتے ہیں' وہیں اس کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ دوسروں کا مال ان کی خوشی اور دلی رضا کے بغیر ہرگز استعمال نہ کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا یَحِلُّ مَالُ امْرِءٍ اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسٍ مِنْهُ

ترجمہ: کسی شخص کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر حلال نہیں۔ (مسند احمد)

یعنی کسی شخص کا مال لینا اور استعمال کرنا' اس وقت تک حلال اور جائز نہیں' جب تک وہ مکمل رضامندی سے اور کسی معاشرتی' اخلاقی اور سماجی دباؤ کے بغیر اپنے مال کے استعمال کی اجازت نہ دے دے اور اجازت تو وہی ہے جس میں کسی قسم کا خارجی دباؤ شامل نہ ہو' بلکہ خالصتاً اپنی رضا اور خوشنودی سے دی گئی ہو۔

کسی شخص کا مال اس کی رضامندی کے بغیر لینے کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں' جیسے: کسی شخص کا مال چوری کرلیا' چوں کہ یہ مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر لیا گیا ہے' اس لیے اس کا لینا جائز نہیں اور وہ مال چور کے لیے حلال نہیں۔ اسی طرح کسی کا مال چھین لیا' یہ بھی جائز نہیں اور لینے والے کے لیے حلال نہیں۔ ان صورتوں کو تو تقریباً ہر ایک ہی غلط سمجھتا ہے اور ناجائز جانتا ہے اور اس سے بچنے کی کوشش بھی کرتا ہے' یہاں تک کہ اگر کوئی خدانخواستہ ایسے کسی گناہ میں مبتلا ہو بھی جائے تو وہ بھی خود یہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ یہ ایک ناجائز کام ہے' جو میں کر رہا ہوں۔

تاہم کسی مسلمان کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر لینے کی اور بھی کئی صورتیں ہیں' جن کی طرف بسا اوقات خیال بھی نہیں جاتا' لیکن وہ بھی اس حدیث کے حکم میں آتی ہیں۔ یہاں ان میں سے چند ایسی صورتیں ذکر کی جا رہی ہیں جو ہمارے معاشرے میں کثرت سے پائی جاتی ہیں:

1 ایک شخص نے اپنے کسی دوست سے کہا کہ ''آج مجھے گنے کا جوس پلاؤ'' اور وہ اس کو پلانے پر دل سے رضامند نہیں ہے' لیکن چوں کہ وہ اس کی بات کو ٹھکرا نہیں سکتا' اس لیے اس نے اسے پلا دیا۔ اب چوں کہ یہ جوس دلی رضامندی سے نہیں پلایا گیا' بلکہ ایک دباؤ میں آکر اس نے پلایا ہے' لہٰذا یہ مندرجہ بالا حدیث کی رو سے ٹھیک نہیں ہے۔

2 گھر کے کسی فرد یا رشتے دار کو یا کسی دوست کو پہلی تنخواہ ملی تو اس سے کہا: تم پر ٹریٹ (treat) لازم ہو گئی ' یعنی اپنی اس پہلی تنخواہ کی خوشی میں ہماری ضیافت کرو' اب وہ شخص دل سے رضامند نہیں ہوتا یا تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ویسے ہی مجھے تھوڑی سی تنخواہ ملی ہے' اس میں سے ان لوگوں کو کھلا دوں گا تو میرے پاس اور بھی کم رقم بچے گی یا کچھ اخراجات جو میں پہلے سے سوچے ہوئے ہیں یا کسی سے قرض لیا ہوا ہے' وہ کیسے ادا ہو گا' اب اگر بے دلی سے' اور دوستوں یا رشتے داروں کے دباؤ سے مجبور ہو کر دعوت کر دیتا ہے تو یہ دعوت شرکا کے لیے جائز نہیں اور یہ بھی حدیث کی ممانعت میں داخل ہے۔

اور یہاں یہ بھی واضح رہے کہ اس کا تعلق ٹریٹ کم ہونے اور تنخواہ کے زیادہ ہونے سے بھی نہیں ہے' یعنی اگر یوں کہا جائے کہ فلاں شخص کو تو ایک لاکھ روپے تنخواہ ملی اور ہم نے اس کے صرف دو سو روپے خرچ کروائے ہیں۔۔۔۔ یاد رہے کہ اگر اس دو سو روپے خرچ کرنے میں اس کی مکمل دلی رضامندی شامل نہیں تھی تو اس سے وہ 200 روپے لینا یا دو سو روپے کا سامان لینا بھی جائز نہیں' چاہے یہ رقم اس شخص کے لیے بہت معمولی ہی کیوں نہ ہو' جب کہ وہ دینے پر دل سے رضامند نہیں تو اس کا ایک روپیا لینا بھی درست نہیں۔

3 رکشے میں سوار ہوئے اور تین سو روپے کرایہ طے کیا۔ اتر کر آپ نے 290 روپے دیے اور کہا: ''لے لو بھائی! اتنے راستے کے تو یہی پیسے مناسب

ہیں۔" وہ بے چارہ کرتا بھی تو کیا کرتا، ایک دو دفعہ کہنے کے بعد وہ خاموشی سے چل دیا، لیکن وہ دلی طور پر اس کمی سے رضامند نہیں تھا، لہٰذا یہ دس روپے بھی اسی حدیث کے حکم میں آتے ہیں۔

4 ولیمے اور عقیقے کی دعوت بھی دوسرے کے اوپر بوجھ ڈال کر وصول کرنا، یعنی کسی دوست یا جاننے والے کو کہا: دعوت کھلاؤ، کھانا کھلاؤ اور اس نے کھانا کھلا دیا، لیکن وہ دلی طور پر کھلانے پر رضامند نہیں تھا تو یہ کھانا اس مطالبہ کرنے والے کے لیے ٹھیک نہیں، کیوں کہ وہ صاحبِ مال کی دلی رضامندی کے بغیر لیا گیا ہے یا کھایا گیا ہے۔

5 ایک میّت کے ورثاء میں بیٹے اور بیٹیاں ہیں، کوئی ایک بیٹا اگر اپنی بہن سے یہ کہے کہ میراث کا اپنا حصہ معاف کر دو اور وہ کہے: میں نے معاف کر دیا تو محض اس کے کہنے سے یہ حصہ معاف نہیں ہوگا اور باقی بھائی بہنوں کے لیے اس کا لینا درست نہیں ہوگا، بلکہ ضروری ہے کہ تمام اولاد کو شریعت کے حکم کے مطابق جس کا جتنا حصہ بنتا ہے اس کو دے دیا جائے، پھر وہ اگر خود دینا چاہے تو دے دے، یہ اس کی چاہت ہے۔ تقاضا، اصرار کرنا درست نہیں ہوگا۔

6 یہ بھی اس حدیث کی ممانعت میں داخل ہے کہ مہر میں بڑی رقم طے کر لی جائے، لیکن پھر بیوی سے تقاضا کر کے معاف کروا لیا جائے، جب کہ وہ دلی طور معاف کرنے پر رضامند نہ ہو۔ اس کا درست طریقہ یہ ہے کہ اس کا مہر اسے دے دیا جائے، پھر وہ خود اگر اپنی خوشی سے بغیر کسی قسم کے دباؤ کے شوہر کو واپس کرنا چاہے تو کر دے اور شوہر تو واپس نہ کرے، بلکہ صدقہ کر دے یا کسی اور کارِ خیر میں خرچ کرے یا اپنی ذات کے لیے استعمال کر لے، یہ اس کی مرضی ہے، اس کی دلی مرضی کے بغیر صدقہ کروانا بھی ٹھیک نہیں ہے، چہ جائیکہ اپنے لیے معاف کروایا جائے۔ اگر اس طرح مہر معاف کروایا گیا اور بیوی دل سے رضامند نہیں تھی تو یہ بھی مندرجہ بالا حدیث کی رو سے ناجائز ہے۔

درج بالا تمام صورتوں میں اگر مال دینے والے کی دلی رضامندی حاصل ہو گئی تو یہ مال لینا درست ہوگا، لیکن عموماً ایسی صورتوں میں دلی رضامندی حاصل نہیں ہوتی اور اکثر کو اس کا خیال بھی نہیں ہوتا، کیوں کہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ اس کا جیب سے پیسے نکال کر پیش کر دینا ہی رضامندی ہے، حالاں کہ یہاں رضامندی سے مقصود "دلی رضامندی" ہے، یعنی صرف "زبانی" رضامندی اور محض رضامندی کا اظہار کافی نہیں ہے، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ یہ رضامندی ہر قسم کے دباؤ سے خالی ہو۔

آخر میں ایک قصّہ نقل کر رہا ہوں، جس میں آپ ﷺ نے دوسرے کے مال کو دلی رضامندی کے بغیر استعمال میں شدید احتیاط برتی ہے۔

قصّہ یہ ہے کہ سن 8ھ میں فتح مکہ کے فوراً بعد شوال کے مہینے میں مسلمانوں کی طائف والوں سے جنگ ہوئی۔ طائف شہر کا نام ہے۔ اس قبیلے کا نام تھا: ہوازن۔ سخت مقابلہ ہوا، بالآخر اللہ تعالی نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی، بہت سارے مال مویشی اور قیدی بھی مسلمانوں کو بطور غنیمت ملے۔ رسول اللہ ﷺ نے شریعت کے حکم کے مطابق وہ سب مجاہدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرما دیا۔

تھوڑا آگے جعرانہ نامی جگہ پر جب اسلامی لشکر نے پڑاؤ ڈالا، تو ہوازن کے کچھ لوگ آئے، وہ مسلمان ہوئے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ہمیں ہمارے مال مویشی اور قیدی واپس کر دیے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے کسی مصلحت کی بنا پر مال مویشی اور قیدی میں کسی ایک چیز کے واپس کرنے کا وعدہ فرما دیا۔

انھوں نے قیدی واپس کرنے کی درخواست کی، رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو جمع فرما کر خطبہ شروع کیا، اس میں فرمایا (جس کا مفہوم ہے): "یہ تمہارے بھائی توبہ تائب ہو کر آئے ہیں، میری چاہت ہے کہ ان کے قیدی بلامعاوضہ ان کو واپس کر دوں، تم میں سے جو دلی رضامندی سے اپنا قیدی واپس کرنا چاہے وہ کر دے اور جو بلامعاوضہ قیدی کو واپس کرنے میں دلی طور پر رضامند نہیں ہے تو ہم اسے اگلی لڑائی میں اس قیدی کی قیمت ادا کر دیں گے جو اس کے پاس ہے (لہٰذا وہ بھی اپنا قیدی واپس کر دے، لیکن اس کی قیمت ہمارے ذمے اس کا قرض ہو گی)۔ یہ سنتے ہی سب نے کہا: "ہم اللہ کے رسول ﷺ کی خواہش پر دلی طور پر رضامند ہیں!"

اور وہ ایسا کیوں نہ کہتے کہ وہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم تھے، رسول اللہ ﷺ کے جاں نثار تھے اور دل کے صاف تھے، جو ان کی زبانوں پر تھا، وہ ان کے دلوں میں تھا، یقیناً وہ دل سے رضامند بھی تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کے بعد ایک اگلا اعلان فرمایا، جس کی شاید ان صاف دل اور پاک طبیعت صحابہ رضی اللہ عنہم میں کوئی خاص ضرورت نہیں تھی، لیکن اس کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ نے قیامت تک آنے والی امت کو ایک بہت بڑا درس دیا، سبق سکھایا۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ جواب سن کر فرمایا (جس کا مفہوم ہے): "مجمع کے درمیان میں یہ صحیح طور پر پتا نہیں چل سکتا کہ کون خوشی سے اجازت دے رہا ہے اور کون دباؤ میں آکر، اس لیے تم سب جاؤ اور اپنے اپنے قبیلے کے سرداروں کو بتا دو، وہ ہمیں آکر تمہارے متعلق بتا دیں گے۔" اور پھر سب نے خوش دلی سے اجازت دے دی (صحیح بخاری، سیرۃ ابن ہشام، فضائل صدقات)

ذرا غور کریں! اللہ کے نبی ﷺ پوچھ رہے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جواب دے رہے ہیں، لیکن اس کے باوجود اللہ کے نبی ﷺ نے احتیاط کا وہ درجہ اختیار فرمایا، جو ہمارے لیے ایک بہت اعلیٰ نمونہ ہے، یعنی اگر کسی کی چیز میں کوئی معمولی سا شبہہ بھی ہو کہ چیز کا مالک وہ چیز مکمل دلی رضامندی سے نہیں دے رہا تو اس کو نہ لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں کا خیال رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔۔۔

رمضان بابرکت مہینا

بنت عبدالرحمن

رمضان اسلامی سال کا نواں مہینا ہے اور یہ مہینا تمام مہینوں میں افضل قرار پایا ہے۔ اس مہینے کی بہت برکتیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر بندوں کو معلوم ہوتا کہ رمضان کیا ہے تو میری اُمت تمنا کرتی کہ کاش پورا سال رمضان ہی ہو۔ اور فرمایا: "یہ مہینا جو تم پر آیا ہے اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو شخص اس سے محروم رہا وہ ہر بھلائی سے محروم رہا اس رات کی سعادت سے صرف بدنصیب ہی کو محروم کیا جاتا ہے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ ایک منادی کرنے والے کو حکم دیتے ہیں کہ یہ آواز دے ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں۔ ہے کوئی توبہ کرنے والا جس کی میں توبہ قبول کروں۔ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں۔"

رمضان کریم کے 3 عشرے ہوتے ہیں۔ پہلا عشرہ رحمت کہلاتا ہے، دوسرا مغفرت اور تیسرا جہنم کی آگ سے آزادی۔ جس شخص نے اس مہینے کو پالیا گویا اس نے اللہ کو پالیا۔ یہ مہینا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور اس مہینے میں اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ شیاطین کو قید کر لو۔ چناں چہ رمضان کی چاند رات والے دن شیاطین قید ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ہم سے اتنی محبت ہے اتنا پیار ہے کہ اس نے ہمیں رمضان المبارک ایسا مہینا عطا کیا اور اس میں شیاطین کو قید کروایا تاکہ ہم زیادہ سے زیادہ اللہ سے قریب ہوں، اس کی عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رمضان جیسا مہینا عطا کیا اور عبادت کرنے کی توفیق عطا کی۔ ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

NEW *Zaiby Jewellers* CLIFTON

A trusted name in jewellery since 1974

رمضان کریم

VISIT OUR STORE TO CHOOSE FROM A WIDE VARIETY OF AWE-INSPIRING JEWELS LIKE THIS ONE.

---

021 35835455, 35835488

S-11, Yousuf Grand Square, Block 8, Clifton, Karachi

newzaibyjewellers

بچوں کو آئیڈیل دیجیے!

سعد صالح

پانچ سے دس سال کی عمر کے چند بچے پارک میں لگے. برگد کے درخت تلے بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ عصر کا وقت تھا۔ چڑیاں مینا' چرند پرند سب. برگد پر رات گزارنے کے لیے جمع ہوچکے تھے۔ ان کی چہچہاہٹ نے عجیب سی فضا قائم کی ہوئی تھی۔ میں چہل قدمی سے فارغ ہو کر درخت کے قریب ایک بینچ پر. بیٹھ گیا۔ بچے مجھ سے کچھ ہی فاصلے پر تھے۔ ان کی گفتگو میری سماعتوں سے ٹکرا رہی تھی۔ میں ان کی طرف متوجہ ہو کر دل چسپی سے ان کی باتیں سننے لگا۔ کچھ دیر بعد مجھے معلوم ہوا کہ وہ مستقبل کے خواب بن رہے تھے۔ اپنے عزائم ایک دوسرے کو بتا رہے تھے۔

"میں چھوٹا بھیم بننا پسند کرتا ہوں۔ میرا دل چاہتا ہے اس کی طرح لڈو کھا کر طاقتور بن جاؤں۔" ان میں سے ایک بچے کی آواز مجھے سنائی دی۔ اسے سن کر دوسرا بول پڑا: "میں تو شیوا کی طرح بننا پسند کرتا ہوں۔ اس کی طرح تیز بھاگنا' سائکل اڑانا مجھے بہت پسند ہے۔" ابھی اس کی بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ درمیان میں کھڑے تیسرے بچے نے کچھ اس طرح اپنے جذبات کا اظہار کیا: "مجھے تو یہ دونوں پسند نہیں' میں اسپائیڈر مین کی طرح بنوں گا۔ وہ ایک جگہ سے اڑ کر دوسری جگہ جاتا ہے اور لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ میں بھی ویسا ہی بنوں گا۔" مجھے ان کی گفتگو سن کر اندازہ ہوا کہ یہ مختلف کارٹونی کرداروں کی باتیں کر رہے تھے۔ وہ انھیں بطور "آئیڈیل اور مثالی نمونہ" کے ایک دوسرے کو بتا رہے تھے۔ ان کے لب ولہجہ سے عیاں ہو رہا تھا کہ وہ ان کرداروں سے بہت متاثر ہیں۔ ان نو عمر معصوم بچوں کی یہ باتیں میرے لیے کافی پریشان کن تھیں۔ مستقبل کے معماروں کے یہ چھوٹے چھوٹے خواب جو حقیقت میں سراب تھے' سننے کے بعد طرح طرح کے وساوس اور خدشات نے مجھے گھیرے میں لے لیا۔

یہ بات حقیقت ہے کہ موجودہ دور میں بچوں کی صحیح تربیت ایک. بڑا چیلنج بن چکی ہے۔ ٹیکنالوجی کی تیز رفتار ترقی اور گھر گھر انٹرنیٹ کی سہولت نے اس چیلنج کو مزید مشکل بنا دیا ہے۔ پرانے دور میں بچے موبائل فون اور دیگر آلاتِ جدیدہ سے دور تھے تو ان کا وقت گھر کے افراد کے ساتھ گزرا کرتا تھا۔ وہ اپنے. بڑوں سے سیکھ کر عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اُس دور میں بچے حقیقی کرداروں کو سنا کرتے تھے۔ حقیت پر مبنی کہانیاں پڑھتے تھے۔ ان کو بتائی جانے والی باتیں قابلِ عمل ہوتی تھیں جبکہ موجودہ دور میں ایسا نہیں ہے۔ 10 سال تک کی عمر بچوں کے ذہن میں میموری انسٹالیشن کی ہوتی ہے۔ کوئی بھی بات یا کردار اس عمر میں بچہ اپنے ذہن میں محفوظ کرلیتا ہے۔ لڑکپن سے جوانی تک کی عمر میں وہ اپنے ذہن میں انسٹال شدہ میموری پر زندگی میں عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اب جن باتوں پر وہ عمل کر پاتا ہے اور جو نظریات اسے حقیقت سے قریب تر لگتے ہیں' انھیں پختہ کرلیتا ہے اور پھر "بچپن کی عادتیں پچپن تک" کے مصداق ہمیشہ اسی نہج پر زندگی گزارتا ہے۔

المیہ یہ ہے کہ ہمارے دور میں بچوں کے دل و دماغ میں خیالی کرداروں کو راسخ کر دیا گیا ہے۔ مختلف گیمز "فرضی کارٹونوں اور کہانیوں کی شکل میں ایسی باتیں بچوں کو سنائی اور ایسے کردار بچوں کو دکھائے جاتے ہیں" جن کا حقیقت سے دور دور تک کا تعلق نہیں ہوتا، چناں چہ ہوتا یہ ہے کہ بچہ کم عمری میں ان فرضی کرداروں سے متاثر ہو جاتا ہے۔ پھر لڑکپن میں پہنچ کر ان جیسا بننے کی کوشش کرتا ہے اور ان کی باتوں کی اپنی زندگی کا حصہ بنانے کی جدوجُہد کرتا ہے۔ دھیرے دھیرے اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب ناممکنات میں سے ہیں اور ایسا کبھی نہیں کیا جاسکتا ہے اور نہ ان جیسا بنا جاسکتا ہے۔ یہاں آکر بچہ احساسِ کم تری اور مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کے پاس زندگی گزارنے کے لیے نہ کوئی مثالی نمونہ باقی رہتا ہے اور نہ ہی کوئی نظام زندگی۔ نتیجۃً وہ سمندر میں پڑے تنکے کی طرح اِدھر اُدھر ہچکولے کھاتا رہتا ہے۔ یہ ہمارے دور کا سخت چیلنج ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ بچوں کو ان فرضی کہانیوں اور خیالی کرداروں کے جکڑ سے آزاد کیا جائے اور حقیقی کرداروں کی طرف انھیں متوجہ کیا جائے۔ زمانۂ قدیم کی طرح گھروں میں بچوں کو صحابہ کرام اور اسلاف کے واقعات' ان کی سیرت وسوانح' کردار و افکار انھیں گاہے بگاہے بتانے سمجھانے کی ترتیب قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ آنے والا دور آج کے بچوں کا ہے۔ کل کا دن وہی قوم جیت سکے گی جو آج اپنے بچوں کو پختہ تعمیر فراہم کرے گی۔ افسوس کا مقام ہے کہ آج مسلمان بچوں کو بے شمار فرضی کرداروں کے نام' ان کے حالات و واقعات تواز.بر ہوتے ہیں' مگر صحابہ کرامؓ کے اسمائے گرامی اور ان کی سیرت وسوانح سے انھیں بالکل خبر نہیں ہوتی۔ یہ ہمارے لیے سوچنے کا مقام ہے۔ کل کی فتح کے لیے آج کی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ اگر ہم اس طرزِ عمل کو روک پاتے ہیں تو آنے والے چیلنجز کو قابو کرنا ہمارے لیے آسان ہوگا' وگرنہ ہم اس طوفانِ بلاخیز کا مقابلہ نہیں کر پائیں گے۔ اسلام کی تاریخ میں وہ درخشاں دور بھی گزرا ہے' جب گھروں سے پختہ تربیت پا کر 20 سال کی عمر میں محمد بن قاسم شہر کے شہر فتح کیا کرتا تھا' صلاح الدین ایوبی بیت المقدس آزاد کرتا تھا۔ ٹیپو سلطان انگریزوں کو ناکوں چنے چبواتا تھا۔ آج اگر ہم پرانی روایات کو زندہ کر کے اپنی نسل کو صحیح تربیت' پختہ فکر فراہم کر کے درست سمت پر ڈالتے ہیں تو کوئی بعید نہیں کہ تاریخ پھر سے خود کو دہرا دے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

****

محرک یا رکاوٹ۔۔۔۔اس کو جاننے کے لیے پہلے لفظ ہار کے معنی و مفہوم تلاشنے ہوں گے۔ ہمیں پتا لگانا ہوگا کہ آخر ہار ہوتی کیا چیز ہے۔۔۔زندگی کے ہر دور میں انسان کا سابقہ ہار جیت سے پڑتا ہے۔۔۔۔ یہ ہار جیت کا سلسلہ بچپن کے کھیلوں سے شروع ہو کر جوانی تک پہنچتا ہے' اس عمر میں وہ ہار جیت کا شعور پاتا ہے' اسے جیت خوش کر دیتی ہے اور ہار پر وہ غم زدہ ہو جاتا ہے۔۔۔یوں زندگی کے مختلف مراحل سے گزر کر وہ .بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھ دیتا ہے۔۔۔۔وہ اپنے بیتے وقت کو سوچتا ہے تو اسے یہ ہار جیت کا کھیل بے معنی سا لگنے لگتا ہے۔ اس کی زندگی کی ترجیحات ہر دور میں تبدیل ہو کر پچھلی تمام ترجیحات کو کالعدم کی فہرست میں ڈال دیتی ہیں۔ وہ سوچتا ہے جیت نے وقتی خوشی اور سرشاری کی کیفیت تو عطا کی تھی' مگر ہار نے مجھے وہ سبق سکھایا جس نے زندگی کے سرد و گرم میں ایک توانائی سی میرے وجود کو بخشی۔۔۔ کبھی میں ہارا۔۔۔۔تو وہ ہار کسی کی جیت کا پروانہ بن گئی۔۔۔یعنی جانے انجانے میری ذات کسی کے لیے سود مند ہو گئی۔۔۔

ہار بے شک مجھ کو غمگیں کر دیتی تھی اور میرا غرور خاک میں

بقیہ صفحہ 19 پر

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

وجوبِ زکوٰۃ سے متعلق ایک اہم مسئلہ

سوال: ایک آدمی کے پاس ایک تولہ سونا ہے، جس کی موجودہ قیمت مثلاً ایک لاکھ روپے ہے، یہ آدمی روزانہ مزدوری کرکے کماتا ہے اور اسی سے اس کا گزران ہے۔ اس آدمی کے پاس گھر کے ضروری اخراجات کے علاوہ اور نقد روپیہ نہیں ہے جو پیسے مزدوری کرکے کماتا ہے، انھیں ضروریات میں خرچ کرتا رہتا ہے، البتہ احتیاط کے طور پر اپنے پاس کچھ رقم جیب میں ضرور رکھتا ہے، جس کی مقدار 50 اور 100 سے لے کر ہزار دو ہزار تک رہتی ہے۔ سال بھر اس کی یہی حالت ہے۔ اب اس آدمی پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں اور جو رقم اس کے پاس ہے، وہ نصاب میں شمار ہوگی کہ نہیں؟ اس کا نصاب سونے والا (ساڑھے سات تولہ سونا) ہوگا یا ان پیسوں کی وجہ سے چاندی والا (ساڑھے باون تولہ چاندی)؟ زکوٰۃ واجب ہونے کی صورت میں بعض اوقات اس کو سونا بھی بیچنا پڑتا ہے۔ مثلاً: سال کے اختتام پر صرف 100 روپیہ اس کے جیب میں پڑے ہوئے ہیں اور زکوٰۃ اس پر ڈھائی ہزار واجب ہے تو کیا اس پر سونا بیچ کر زکوٰۃ دینا واجب ہے؟

اسی طرح ایک عورت ہے، جس کے پاس دو تولے سونا ہے، تاہم اس کو جیب خرچ کے واسطے بھی 1000 یا 2000 ملتے ہیں۔ وہ ان پیسوں کو اپنی ضروریات میں خرچ کرتی رہتی ہے، پیسے کبھی کم ہوتے ہیں، کبھی زیادہ، سال بھر اس کی یہی حالت ہوتی ہے۔ اب اس عورت پر زکوٰۃ دینا واجب ہے یا نہیں؟ اگر یہ عورت زکوٰۃ دے اور اس کے پاس سونے کے علاوہ نقدی کچھ نہ بچے تو وہ مستحقِ زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

جواب: واضح رہے کہ جس شخص کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ سے کم سونا ہو اور اس کے پاس کچھ نقدی بھی آجائے اور دونوں کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے اور زکوٰۃ کے قمری سال کے پہلے دن اور آخری دن وہ دونوں چیزیں اس شخص کی ملکیت میں موجود ہوں تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(1،2)۔۔۔صورتِ مسؤلہ میں مذکورہ رقم بھی نصاب میں شمار ہوگی اور دونوں کو ملاکر چاندی کے نصاب کا اعتبار کیا جائے گا، لہٰذا اگر ایک تولہ سونا اور مذکورہ نقدی، دونوں کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے اور سال کے اول و آخر مذکورہ چیزیں اس کی ملکیت میں موجود ہوں تو اس شخص پر زکوٰۃ واجب ہے۔

(3) مذکورہ صورت میں اگر اس شخص کے پاس زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے نقد رقم میسّر نہ ہو، تب بھی اس پر زکوٰۃ دینا لازم ہے، چاہے سونا بیچنا پڑے یا کسی سے قرض لینا پڑے۔

(4) صورتِ مسؤلہ میں اگر زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد مذکورہ عورت کے پاس نقدی کچھ بھی نہ بچے، صرف مذکورہ ایک تولہ سونا بچ جائے اور اس کے پاس چاندی یا مالِ تجارت یا ضرورت سے زائد سامان اتنا نہ ہو کہ اگر مذکورہ چیزوں (چاندی، مالِ تجارت اور ضرورت سے زائد سامان) کو ایک تولہ سونا کے ساتھ ملا دیا جائے تو ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو یہ عورت مستحقِ زکوٰۃ ہے، اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اور اس پر زکوٰۃ بھی واجب نہ ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ جو رقم سال کے دوران خرچ ہو جائے یا خرچ تو نہ ہو، البتہ اس رقم کے بقدر اس پر قرضہ کی ادائیگی واجب ہو تو اس رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں، لیکن اس کے علاوہ جو رقم باقی بچے اور نصاب کے برابر ہو تو اختتامِ سال پر مذکورہ رقم پہ زکوٰۃ واجب ہے، اگرچہ اس کی نیت وہ رقم اپنے نفقہ میں خرچ کرنے کی ہو یا قرضہ کے علاوہ کوئی اور ضرورت پوری کرنے کی ہو۔

قرض دینے کے فضائل

قرض وہ مال ہے جو ایک شخص دوسرے کو دیتا ہے، تاکہ قدرت حاصل ہوتے وقت اس کی مثل واپس کرے۔ قرض معاشرے کے کمزور افراد کے ساتھ ایک ایسی خیر خواہی ہے، جو خالص ہمدردی اور رضائے الٰہی کی بنیاد پر دیا جاتا ہے، اس لیے احادیث میں اس کے بہت سے فضائل مذکور ہیں: بحوالہ بیہقی حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ معراج کی رات میں نے جنّت کے دروازے پر لکھا ہوا پایا کہ صدقہ کا ثواب دس گُنا اور کسی کو قرض دینے کا ثواب اٹھارہ گُنا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی ایک دنیوی حاجت پوری کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اُس کے اخروی حوائج پوری فرمادیں گے۔

اسی طرح دیگر کئی روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ مسلمان کو قرض دینا ایک اچھا اور اللہ تعالیٰ کو محبوب عمل ہے۔ دوسری طرف قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا اور بلاوجہ تاخیر کرنے کو نبی کریم ﷺ نے ظلم قرار دیا ہے۔ ایسے آدمی کو ڈرنا چاہیے کہ اگر اچانک موت واقع ہو جائے تو قرض کا بوجھ لے کر قبر میں جانا انتہائی خطرے کی بات ہے۔ مسند احمد کی ایک روایت میں ہے: ایک شخص نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ میرے بھائی کا انتقال ہو چکا ہے اور اس کے ذمّہ دوسرے کا قرض ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اپنے قرض کی وجہ سے قید میں ہے، لہٰذا اس کی طرف سے قرض ادا کرو۔ ایک حدیث میں ہے: نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرض کی ادائیگی میں بہتر ہو۔

قرض کے بعض اہم مسائل واحکام

سوال: اگر ایک انسان پر قرض ہے تو کیا وہ اپنا قرض مالِ حرام سے ادا کر سکتا ہے؟

جواب: صورتِ مسئلہ میں چوں کہ یہ انسان خود اس مالِ حرام کا مالک نہیں ہے‘ بلکہ اس کے ذمّہ ضروری ہے کہ وہ اس کے اصل مالک کو تلاش کر کے اس کو واپس کر دے‘ لہٰذا جب یہ خود اس کا مالک نہیں ہے تو وہ اس سے کیوں کر قرض ادا کر سکے گا؟ تاہم اگر مقروض نے مالِ حرام سے قرض ادا کر دیا تو وہ قرض کی ادائیگی سے تو بری ہو جائے گا‘ مگر کسی اور کا مال استعمال کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہو گا اور اس کے ذمّہ یہ لازم رہے گا کہ اس مال کے ضمان اور بدل کے طور پر دوسرا مال مالکِ اصلی کو واپس کر دے اور مالک کے معلوم نہ ہونے کی صورت میں اس کی طرف سے صدقہ کر دے۔

سوال: اگر قرض خواہ کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص اپنا قرضہ حرام مال کے ذریعے ادا کر رہا ہے تو کیا قرض خواہ کو اس سے اپنا قرضہ وصول کرنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: واضح رہے کہ ایسی صورت میں قرضہ وصول کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس مال کے بارے میں معلومات حاصل کرے: اگر اسے معلوم ہو جائے کہ یہ مال کسی سے زبردستی حاصل کیا گیا ہے‘ مثلاً: چوری‘ ڈکیتی‘ غصب اور رہزنی سے حاصل کیا گیا ہے تو ایسی صورت میں قرض خواہ کو اس مالِ حرام سے قرض وصول کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

اور اگر قرض خواہ کو معلوم ہو جائے کہ مقروض کے پاس جو مال ہے وہ اگرچہ مالک کی رضا اور خوشی سے حاصل کیا گیا ہے‘ لیکن کسی ناجائز طریقے سے حاصل کیا گیا ہے جیسا کہ سود‘ جُوا‘ ناچ گانا وغیرہ اور اس مال کا مالکِ اصلی بھی متعین طور پر معلوم نہیں ہے تو ایسے مالِ حرام سے قرض وصول کرنا اور نفع اٹھانا اگرچہ قضاءً جائز ہے‘ تاہم دیانت اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے۔

سوال: اگر مقروض قرض ادا کرتے ہوئے اپنی طرف سے مقدار میں اضافہ کر دے تو اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: واضح رہے کہ اگر قرض خواہ کی طرف سے اضافے کی کوئی شرط نہیں لگائی گئی ہو‘ بلکہ مقروض قرضہ واپس کرتے ہوئے اپنی دلی رضامندی سے مقدار میں اضافہ کر کے دے رہا ہے یا جیسا مال اس نے لیا تھا‘ اس سے بہتر مال واپس کر رہا ہے تو ایسا کرنا نہ صرف جائز بلکہ بہتر ہے‘ چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے کسی سے ایک اونٹ لیا اور اس سے بہتر اونٹ واپس فرمایا اور فرمایا کہ ”تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو ادائیگی میں بہتر برتاؤ روا رکھے۔“ البتہ یہ ضروری ہے کہ یہ اضافہ قرض دہندہ کی طرف سے بطورِ شرط نہ ہو اور اگر یہ اضافہ بطورِ شرط ہو تو یہ سود کے زمرے میں شمار ہو کر حرام ہو گا۔

سوال: قرض کی ادائیگی کے سلسلے میں جو مدّت متعین کی جائے تو کیا قرض دہندہ اس مدّت کا پابند ہو گا؟

جواب: واضح رہے کہ قرض کی ادائیگی میں جو مدّت متعین کی جائے قرض ادا کرنے والا اسی مدّت کا پابند نہیں ہوتا‘ کیوں کہ قرض ایک طرح کا تبرّع اور احسان ہے اور اگر مدّت کا لزوم ہو جائے تو پھر وہ تبرّع باقی نہیں رہے گا۔

سوال: مقروض کی طرف سے تحفہ اور ہدیہ وصول کرنا کیسا ہے؟

جواب: واضح رہے کہ نبی کریم ﷺ نے مقروض کی طرف سے تحائف قبول کرنے میں احتیاط برتنے کا حکم فرمایا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ ﷺ کا ارشاد مروی ہے کہ قرض خواہ کو مقروض سے تحفے قبول نہیں کرنا چاہیے‘ سوائے اس کے کہ پہلے سے ان کے درمیان تحائف کے تبادلے کی ترتیب رہی ہو۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ جہاد کی غرض سے عراق کی طرف جا رہے تھے تو زر بن حُبیش رضی اللہ عنہ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ایسی جگہ جا رہے ہیں‘ جہاں سود کا رواج عام ہے‘ اس لیے اگر کسی کو قرض دیں اور وہ آپ کو قرض کے علاوہ کچھ بھی تحفہ دیں تو اس کا تحفہ قبول نہ کریں۔ اسی بنیاد پر فقہا نے بھی سود خوری اور اس کے تمام چور دروازوں کو بند کرنے کے لیے مقروض کے ہدایا اور دعوتوں کے قبول کرنے میں احتیاط کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جن لوگوں کے درمیان پہلے سے دعوت اور تحفے تحائف کا معمول نہ ہو تو قرضہ دینے کے بعد ان کی دعوت اور تحفوں کا قبول کرنا جائز نہیں‘ ہاں قرضہ دینے سے پہلے سے اگر اس طرح کا معمول چلا آ رہا ہو‘ تب جائز ہے۔

سوال: اگر مقروض استطاعت کے باوجود قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لے اور قرض خواہ خفیہ طریقے سے کسی مناسب تدبیر کے ساتھ اس سے اپنا قرضہ وصول کرنا چاہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: صورتِ مسئلہ میں کسی مناسب تدبیر کے ساتھ اپنا قرضہ وصول کرنا جائز ہے‘ تاہم اس میں اس بات کا اہتمام ضرور ہو کہ اپنے حق سے زیادہ ہرگز نہ لے اور حق حاصل کرنے کے بعد اُس کی اطلاع کی بھی ضرورت نہیں‘ خاص طور پر اگر ناراضگی یا کشیدگی کا خطرہ ہو۔

*****

بقیہ

بچوں کو آئیڈیل دیجیے!

ملا دیتی تھی‘ یوں میرے اندر ایک عظیم صفت عاجزی پیدا ہوئی جو انسان کے کردار کو بلند کرنے میں معاون و مددگار ہوتی ہے۔

آپ ہار جاتے ہیں‘ مگر آپ باہمت اور پُر امید رہتے ہیں‘ پھر کوشش کرنے کی ٹھان لیتے ہیں۔ آپ کا خود پر یقین بڑھتا ہے۔۔۔ اور یہی یقین آپ کو مایوسی کے تپتے صحرا سے نکال کر امید اور حوصلے کے نخلستان تک پہنچا دیتا ہے۔۔۔۔

ایک ہار وہ ہوتی ہے‘ جس پر آپ سرِ تسلیم خم کر دیتے ہیں۔۔۔ اللہ کی مرضی جان کر کھاتی ہے۔۔۔ یہ ہار بے بس کر کے آپ کو مالک کے آگے رونے اور گڑگڑانے پر مجبور کر دیتی ہے‘ ایسی ہار بہت مبارک ہوتی ہے‘ جو اللہ کے قرب سے آشنا کروا دیتی ہے۔۔۔

ہار آپ کو تحریک دلاتی ہے۔ آپ کے اندر آگے بڑھنے اور کچھ پا جانے کا جذبہ بیدار کرتی ہے۔۔۔ یہ اشارہ دیتی ہے مجھ سے سیکھو‘ سمجھو اور میرے مخالف کو پا جاؤ۔۔۔ اب یہ انسانی عقل و شعور پر منحصر ہے‘ وہ ہار کر ہمت ہار جاتا ہے یا ہمت پا جاتا ہے۔۔۔ ہار راہ کی رکاوٹ نہیں بلکہ کام یابی کی پہلی سیڑھی ہوتی ہے‘ جو زندگی کے نشیب و فراز میں استقامت سے چلنے اور کام یاب ہونے کا گر بتاتی ہے۔۔۔۔ ہار کا اگر وجود نہ ہوتا تو جیت کے مفہوم سے بھی کوئی آشنا نہ ہوتا۔۔۔ ہار کی ٹھوکر نہ لگتی تو کسی کو گر کر اٹھنے کا فن کیسے آتا؟؟؟

ہار وہ نہیں جو جیت کی تمنّا سے تجھے محروم کر دے۔
ہار وہ ہے جو تیری خودی اور یقین کو ملزوم کر دے۔

جُنیدامِین

جُنیدامِین

Your Trusted Friend in Real Estate

Sale - Purchase - Rent

22-C, Khyaban e Jami near Baitussalam Masjid Phase IV, D. H. A. Karachi
02135313254 , 02135313319 , 03009213373 Email: junaidameen@live.com

ام محمد مصطفی

کھجور

اردو میں کھجور ' پنجابی میں کھجی اور عربی میں نخل کہلانے والا یہ پھل جنت کا پھل ہے۔ فاتح سندھ محمد بن قاسم کی آمد کے ساتھ برّصغیر پاک و ہند میں کھجور کی کاشت شروع ہوئی۔ بحیثیت مسلمان کھجور کے پھل سے ہماری دلی وابستگی ہے۔ ساتھ ہی رمضان المبارک 'روزہ اور کھجور کی وابستگی لازم و ملزوم ہے۔ کھجور کا استعمال مشرق وسطیٰ اور مغربی ایشیا میں ہزاروں سال سے ہو رہا ہے- عرب ممالک میں اس کی بہت سی اقسام پائی جاتی ہیں-

حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "زمین میں جنت کی تین چیزوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ' عجوہ کا درخت ' جنت کی برکت سے ہر دن فرات میں اُترنے والا چوتھائی چھٹانک اور حجر اسود" (ابن ماجہ)

کھجور ایک قسم کا پھل ہے۔ کھجور زیادہ تر مصر اور خلیج فارس کے علاقے میں پائی جاتی ہے۔ دنیا کی سب سے اعلیٰ کھجور عجوہ ہے جو سعودی عرب کے مقدّس شہر مدینہ منوّرہ اور مضافات میں پائی جاتی ہے۔ کھجور کا درخت دنیا کے اکثر مذاہب میں مقدّس مانا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں اس کی اہمیت کی انتہا یہ ہے کہ :

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام درختوں میں سے اس درخت کو مسلمان کہا ہے کیوں کہ یہ صابر ' شاکر اور اللہ کی طرف سے برکت والا ہے۔"

قرآن مجید اور دیگر مقدّس کتابوں میں جابجا کھجور کا ذکر ملتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کا مفہوم ہے کہ "جس گھر میں کھجوریں نہ ہوں ' وہ گھر ایسا ہے کہ جیسے اس میں کھانا نہ ہو۔"

طبّی تحقیق کے مطابق کھجور ایک ایسی منفرد اور مکمل خوراک ہے جس میں ہمارے جسم کے تمام ضروری غذائی اجزا وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ اسی لیے روزہ افطار کے وقت پہلی چیز کھجور کھانا سنت سے ثابت ہے۔

کھجور کی اقسام : سعودیہ عرب میں عجوہ کھجور کے بعد چند مشہور اقسام میں عنبرہ ' مبروم ' سویدا ' صفاوی ' خلاص ' جبیلی ' شقری ' رشودیہ ' خصاب ' ربیعہ ' صفری ' غر ' حلیہ ' خضری ' مسکانی ' شلابی اور مکتومی کے علاوہ بہت سی دیگر اقسام پائی جاتی ہیں۔ یہ تمام اقسام جدہ کی کھجور مارکیٹ میں موجود ہیں۔

پاکستان میں کم و بیش پچانوے قسم کی کھجوریں کاشت کی جاتی ہیں اس کے علاوہ ایرانی کھجوریں بھی پاکستان میں بے حد پسند کی جاتی ہیں۔

کھجور ایک ٹانک : جدید تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ کھجور گلوکوز اور فرکٹوز کی شکل میں قدرتی شکر پیدا کرتی ہے 'جو فوراً جزو بدن بن جاتی ہے۔ کھجور کے 100 گرام خوردنی حصے میں 15.3 فیصد پانی ' پروٹین 2.5 فیصد چکنائی 0.4 فیصد معدنی اجزاء 2.1 فیصد ' ریشے 3.9 فیصد اور کاربو ہائیڈریٹس 75.8 فیصد پائے جاتے ہیں۔ کھجور کے معدنی اور حیاتی اجزا میں 120 ملی گرام کیلشیم 50 ملی گرام فاسفورس 7.3 ملی گرام فولاد ' 3 ملی گرام وٹامن سی اور تھوڑی سی مقدار میں وٹامن بی کمپلیکس کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ کھجور کی 100 گرام مقدار میں 315 کیلوریز ہوتی ہیں جو صحت مند زندگی گزارنے کے لیے ایک انسان کی روزمرہ کی معقول غذا ہے۔ روزانہ صبح ناشتے میں تین کھجوروں کا استعمال اطبّا کے نزدیک جسم میں خون (فولاد) کی کمی کو مکمل ختم کر دیتا ہے۔

قرآن مجید میں کھجور کا ذکر : قرآن مجید میں کھجور کا ذکر متعدد بار آیا ہے ' کہیں کھجور کے درخت ' کہیں چھال ' کہیں کھجور کی گٹھلی اور کہیں رسی کا ذکر آیا ہے۔ یہ درخت پھل سمیت سراسر فائدہ ہی فائدہ ہے۔ رب کریم نے مریم علیہا السلام کو زچگی کے بعد کھجور کھانے کا حکم بھیجا جو سورہ مریم میں اس طرح بیان ہے :

وَهُزِّيٓ إِلَيۡكِ بِجِذۡعِ ٱلنَّخۡلَةِ تُسَٰقِطۡ عَلَيۡكِ رُطَبٗا جَنِيّٗا (المریم : 25)

ترجمہ : اور اس کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا ' یہ تیرے سامنے تر و تازہ پکی کھجوریں گرا دے گا۔

حکم کی وجہ طاقت کی بحالی ہے۔ یعنی یہ پھل اپنے اندر بے انتہا طاقت کا خزانہ رکھتا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں مختلف جگہوں پر کھجور کے پھل کی اہمیت و افادیت کے ساتھ اسے ایک بہترین نعمت کے طور پر بتایا گیا ہے۔ جیسے : وَمِن ثَمَرَٰتِ ٱلنَّخِيلِ وَٱلۡأَعۡنَٰبِ تَتَّخِذُونَ مِنۡهُ سَكَرٗا وَرِزۡقًا حَسَنًاۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَةٗ لِّقَوۡمٖ يَعۡقِلُونَ (النحل : 67) "اسی سے وہ تمہارے لیے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا

بقیہ صفحہ 22 پر

روزہ اور صحت 2

حکیم شمیم احمد

روزہ اور احتیاطی تدابیر

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مذکورہ فائدہ و ثمرات تبھی ممکن ہوسکتے ہیں، جب ہم سحری و افطار میں سادہ غذا کا استعمال کریں، خصوصاً افطاری کے وقت زیادہ ثقیل، مرغن اور تلی ہوئی اشیا مثلاً سموسے، پکوڑے اور کچوری وغیرہ کا استعمال بکثرت کیا جاتا ہے، جس سے روزے کا روحانی مقصد تو فوت ہوتا ہی ہے، خوراک کی اس بے اعتدالی سے جسمانی طور پر ہونے والے فائدے بھی مفقود ہوجاتے ہیں، بلکہ معدہ مزید خراب ہوجاتا ہے، لحاظہ افطاری میں دسترخوان پر دنیا جہان کی نعمتیں اکٹھی کرنے کے بجائے افطار کسی پھل، کھجور یا شہد ملے دودھ سے کرلیا جائے، پھر نماز کی ادائیگی کے بعد مزید کچھ کھا لیا جائے، اس طرح دن میں تین بار کھانے کا متبادل بھی مل جائے گااور معدہ پر بوجھ بھی نہیں پڑے گا۔ افطار میں پانی، دودھ یا کوئی بھی فریش جوس ایک ہی مرتبہ زیادہ مقدار میں استعمال کرنے کے بجائے وقفے وقفے سے استعمال کریں۔ ان شاءاللہ ان احتیاطی تدابیر پر عمل درآمد سے یقیناً ہم روزے کے جسمانی اور روحانی فائدے حاصل کرسکیں گے۔

ماہِ رمضان اور ہماری غذائیں

رمضان المبارک کی آمد کے ساتھ طبعی شکایتوں کا بھی دفتر کھل جاتا ہے۔ کھانا ہضم نہیں ہوتا، کھٹی ڈکاریں آتی ہیں، کلیجہ میں جلن ہوتی ہے، غذا معدہ کے منہ پر رکھی رہتی ہے، جسم ٹوٹا ہے، آلکسی سی رہتی ہے، کسی کام کو جی نہیں چاہتااور بھوک نہ لگنے کے باوجود وزن کم نہیں ہوتا۔ ان شکایتوں کی وجہ اوقاتِ بعام اور خواب میں تبدیلی اور خلل بھی ہے۔ جسم کے طبّی اور طبعی کیفیتوں سے لاعلمی بھی ہے۔ عام رواج یہ ہے کہ افطار کے وقت پھلوں کی چاٹ، پکوڑے، سموسے، دہی بڑے اور بے تحاشا دیگر لوازمات کا اہتمام کیا جاتا ہےاور ساتھ ہی یکہ بعد دیگرے کئی قسم کے مشروبات اور کثرت سے پانی پیا جاتا ہے۔ یوں غذااور پانی اس قدر زخیرہ معدہ میں پہنچ جاتا ہے کہ دستر خوان سے اٹھنا دوبھر ہو جاتا۔ ان غذاؤں کو ہضم کرنے میں اس لیے بھی مشکل ہوتی ہے کہ پانی کی وجہ سے معدہ کی ہاضم رطوبت رقیق ہو جاتی ہے یوں نماز مغرب کے بعد اصل کھانا کھانے کی گنجائش ہی نہیں ہوتی اگر اہل خانہ کھانے پر اصرار کریں اور زبردستی کھانا کھایا جائے تو پیٹ پھول جاتا ہے اور ہاضمے میں فطور الگ ہو جاتا ہے . نماز عشاء اور تراویح ادا کرنے میں طبعیت سست اور بوجھل ہو جاتی ہے۔

بانجھ پن اور روزہ

جدید تحقیقات سے یہ ثابت ہوچکا کہ باقاعدہ روزہ رکھنے والی خواتین میں بانجھ پن کا عارضہ اوّل تو پیدا ہی نہیں ہوتا اور اگر پیدا ہو بھی جائے تو انھیں باقاعدہ روزہ رکھوانے سے یہ مسئلہ بہ خوبی حل ہوجاتا ہے، نیز روزے رکھنے سے کسی بھی طریقے علاج کے دوران بہترین معاونت فراہم ہوجاتی ہے۔ایک ریسرچ رپورٹ کی روشنی میں یہ ثابت ہوچکا ہے کہ ایسی خواتین جن میں موٹاپے کے باعث استقرارِ حمل نہیں ہوپاتا، انھیں کچھ عرصہ باقاعدگی سے روزے رکھوائے گئے تو ان کا یہ مسئلہ حل ہوگیا۔

محققین کی وضاحت: موٹاپے کے باعث زنانہ ہارمونز کی کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، جس کی وجہ سے بیضہ ریزی کا عمل متاثر ہونے لگتا ہے، اگر یہ سلسلہ کچھ عرصہ لگاتار چلتا رہے تو وہ مستقل بانجھ پن کا شکار ہوسکتی ہیں ،اس لیے ایسی صورت میں روزہ ہی واحد حل ہے، جو کہ مختلف موزی امراض سے بچا کر خواتین کی گود بھر سکتا ہے۔ * مردانہ بانجھ پن کے حوالے سے بھی روزہ رکھنے سے بہتری پیدا ہوتی ہے

دانش مندی

ہمارے بزرگ چند کھجوریں اور پانی سے روزہ افطار کیا کرتے تھے۔ یہ بڑی دانش مندی تھی، جس قدر پیاس لگے پانی پیا جائے کہ پانی معدہ میں جذب نہیں ہوتا اور فوراً ہی چھوٹی آنت میں پہنچ جاتا ہے۔ افطار میں دودھ کا استعمال بھی پیاس بجھانے کی اچھی تدبیر ہے، اس کے علاوہ پیاس کی تسکین کے لیے پھلوں کا جوس بھی نوش کیا جاسکتا ہے۔ نمازِ مغرب سے فارغ ہونے کے بعد نصف ساعت گزر چکی ہوتی ہے، اس وقت تک سارا پانی معدہ سے گزر کر چھوٹی آنت کے راستے جسم میں شامل ہوجاتا ہے اور اس طرح دن میں جو پانی کی کمی ہوتی ہے، اس کا تدارک ہوجاتا ہے اور کھانا کھانے کی اشتہا بھی بڑھ چکی ہوتی ہے، لیکن اس وقت غذا زود ہضم کھائی جائے. سبزیاں، اناج، دالیں، جلد ہضم ہوکر معدہ کو خالی کردیتی ہیں، بشرط یہ کہ ان غذاؤں کے بعد پانی نہیں پیا جائے۔ نمازِ عشاء اور تراویح سے فارغ ہوجائیں اور سونے کا وقت آجائے تو جس قدر پیاس ہو پانی پیا جائے۔ کھانے کے فوراً بعد پانی پینے سے بعض روزے داروں کو، نفخ ہوجاتا ہے۔

نوٹ: ایک بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ جو مختلف اسلامی اعمال اور اللہ جل جلالہ کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کی بابت سائنسی فائدے بتاتے وقت خطرہ یہ رہتا ہے کہ لوگ ان اعمال کو ایمان بالغیب کی وجہ سے نہیں بلکہ دنیاوی فائدے کی وجہ سے عمل کر رہے ہیں،ایسا ہونے سے عمل کی روح ختم ہوسکتی ہے ،اس لیے یاد رکھنا چاہیے کہ سائنسی فائدے اصل نہیں بلکہ اللہ جل جلالہ کے حکم کو اور رسول اللہ ﷺ کے طریقوں کو ایمان بالغیب اور کلی اعتماد اور یقین کے ساتھ مان کر پھر عمل کیا جائے یہ فوائد اس سے خود بہ خود حاصل ہو جائیں گے۔

روحانی اور جسمانی فائدے

سحری کو جلد اٹھ کر اگر نمازِ تہجد کا اہتمام کرلیا جائے تو روحانی اور جسمانی دونوں فائدے حاصل ہوں گے۔ تہجد اور دوسرے وظائف سے فارغ ہوکر اپنی پیاس اچھی طرح بجھا لیں' ایک عام عادت ہے کہ ہم پانی کو حلق سے غذا اتارنے کے لیے استعمال کرتے ہیں' اگر غذا اور پانی علیحدہ علیحدہ وقت میں استعمال کریں تو نظامِ ہضم پر بار کم پڑے گا۔

1. پانی کی مقدار مجموعی طور پر تقریباً بارہ گلاس تک ہونی چاہیے۔
2. سحری کے وقت پانی پینے کے آدھ گھنٹے کے بعد سحری کریں اور جو غذا کھائی جائے' اس میں اعتدال کے ساتھ چکنائی شامل ہو اور گوشت کے ساتھ کوئی نہ کوئی سبزی بھی شامل ہو۔
3. سبزیوں میں بینگن' اروی' گوبھی سے اجتناب کریں' ورنہ سارے دن روزہ میں معدہ میں ابھار ہوگا' کیوں کہ گوشت اور چکنائی معدہ میں کافی دیر تک ٹھہری رہتی ہیں' اس طرح دن میں بھوک کم لگے گی۔
4. پراٹھے' دودھ' جلیبی' دہی جو روایتی سحری کے کھانے ہیں' کھائے جاسکتے ہیں' سحری آخری وقت تک کریں۔
5. اگر نمازِ ظہر کے بعد قیلولہ کرلیا جائے تو اس سے بھی بھوک کا احساس کم ہوجاتا ہے۔
6. روزے داروں میں برہمی مزاج اس لیے ہوتا ہے کہ دوپہر کے بعد سے خون کی شکر میں کمی ہونے لگتی ہے اور اس کمی کے ساتھ ساتھ مزاج میں تلخی آجاتی جو طبعی ہے اور یہ صرف خون کی کیمیاوی تبدیلی کا اثر ہے' اس لیے روزے میں ہمارا دین صبر کی تلقین کرتا ہے اور ایک دوسرے کو آپس میں درگزر کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ غصہ کو بھی قابو میں رکھنا چاہیے' کیوں کہ اس سے قویٰ مضمحل ہوجاتے ہیں۔
7. ماہِ رمضان کی برکت حاصل کرنے کی خاطر' تمباکو نوشی ترک کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔
8. وزن کو درست رکھیں' صحیح غذائیں کھانے کی عادت ڈالیں' جن میں منجمد چکنائی اور شکر کم ہو۔
9. قرونِ اولیٰ میں سفید چینی کا قطعی استعمال نہیں تھا' اس لیے وہ مرض ذیابیطس سے محفوظ تھے اور موٹاپے سے بھی۔

بقیہ

کھجور

ہے' بے شک ان لوگوں کے لیے تو اس میں بڑی نشانی ہے جو غور و فکر کرتے ہیں۔"

فِيهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ (الرّحمٰن: 11) "جس میں میوے ہیں اور خوشے والے کھجور کے درخت ہیں۔" فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ (الرّحمٰن: 68) "ان دونوں میں میوے اور کھجور اور انار ہوں گے۔" یعنی کھجور کا پھل دونوں جہانوں کا پھل ہے۔

کھجور کی اقسام اور فوائد کا ذکر احادیث میں: ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں والی سرزمین کی طرف ہجرت فرمائی اور پھر اسے ہی اپنا مسکن بنایا۔ کھجور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص پسند تھی اور احادیث میں بھی کھجور اور کھجور کے درخت کو موضوع بنا کر امثال دی گئی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ: درختوں میں ایک درخت ایسا ہے کہ اس کے پتے نہیں جھڑتے اور مسلمان کی مثال اسی درخت کی سی ہے۔ بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟

یہ سن کر لوگوں کا خیال جنگل کے درختوں کی طرف دوڑا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔ مگر میں اپنی (کم سنی کی) شرم سے نہ بولا۔ آخر صحابہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے پوچھا کہ وہ کون سا درخت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ "کھجور کا درخت" ہے۔ (صحیح بخاری)

اسی طرح ایک اور حدیث میں آپ علیہ السلام کا کھجور کی برکت اور معجزہ ذکر ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ (میرے والد) عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اپنے پیچھے بال بچے اور قرض چھوڑ گئے۔ میں قرض خواہوں کے پاس گیا کہ اپنا کچھ قرض معاف کردیں' لیکن انھوں نے انکار کیا' پھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی سفارش کروائی۔ انھوں نے اس کے باوجود بھی انکار کیا۔ آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اپنے باغ کی) تمام کھجور کی قسمیں الگ الگ کرلو۔ عذق بن زید الگ' لین الگ اور عجوہ الگ (یہ سب عمدہ قسم کی کھجوروں کے نام ہیں) اس کے بعد قرض خواہوں کو بلاؤ اور میں بھی آؤں گا۔ چناں چہ میں نے ایسا کردیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ڈھیر پر بیٹھ گئے اور ہر قرض خواہ کے لیے ماپ شروع کردی۔ یہاں تک کہ سب کا قرض پورا ہوگیا اور کھجور اسی طرح باقی بچ رہی جیسے پہلے تھی۔ گویا کسی نے اسے چھوا تک نہیں۔ (بخاری)

کھجور سے بیماریوں کا علاج طبِّ نبوی سے: ابو اسامہ نے ہاشم بن ہاشم سے روایت میں کہا: میں نے عامر بن سعد بن ابی وقاص سے سنا' کہہ رہے تھے میں نے (اپنے والد) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا' کہہ رہے تھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا' جس نے صبح کو سات عجوہ کھجوریں کھالیں اس دن اسے زہر نقصان پہنچا سکے گا نہ جادو۔" (مسلم)

عبداللہ بن ابی عتیق نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(مدینہ کے) بالائی حصّے کی عجوہ کھجوروں میں شفا ہے یا (فرمایا:) صبح کے اوّل وقت میں ان کا استعمال تریاق ہے۔" (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کھمبی «منّ» میں سے ہے اور اس کے پانی میں آنکھوں کا علاج اور عجوہ (کھجور) جنّت کا میوہ ہے اور اس میں پاگل پن اور دیوانگی کا علاج ہے۔" (مسلم)

اسی طرح طبِّ نبوی میں عجوہ کھجور گٹھلی سمیت بلیدہ بنا کر استعمال کرنے سے دل کے مریضوں کے قلب کو تقویت دیتی ہے۔ کھجور کا استعمال قبض کا توڑ ہے۔ ہیموگلوبن کی کمی کھجور کے استعمال سے دور ہوجاتی ہے۔ نیم گرم پانی کے ساتھ تر کھجور لینے سے بلغمی امراض سے نجات مل جاتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی امراض میں کھجور کا استعمال بے انتہا کارگر ہے۔ الغرض' کھجور کی صورت میں ربِّ رحمٰن نے ہمیں ایک بہترین نعمت عطا کی ہے جو کم نرخ پر دست یاب ہے اور فوائد بے شمار رکھتی ہے' گویا کم خرچ بالا نشین کے مترادف ہے۔

NEW

MAK'S

Moisturizing
HAND WASH

ANTI BACTERIAL

Kills 99.9% of illness causing germs, bacteria and viruses

صبر

آسیہ عمران

دنیاپر بارہ سوسال تک سپر پاور کی حیثیت سے تین برّاعظموں پر حکومت کرنے والی مسلم دنیا کے پاس آخر کیا ہتھیار تھا کامیابی کا کہ جس سے انھیں سیاست ‘معیشت ‘اخلاق ‘ قانون ‘علم وفکرو تہذیب وتمدّن میں اعلیٰ اقدار مہیا کیں۔علّامہ اقبالؒ جس کی یاددہانی کرواتے ہوئے کہتے ہیں :

کبھی اے نوجوان مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردُوں تھا تُو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سردارا

تمدّن آفریں، خلاّقِ آئینِ جہاں داری
وہ صحرائے عرب یعنی شتربانوں کا گھوارا

مسلمانوں کی عظیم حکم رانی کو زوال آیا تو مفکّرین ملّت اس کھوج میں لگے کہ آخر زوال کیوں آیا۔پتا چلا اعلیٰ کردار کے لوگ ختم ہوگئے ہیں۔گویا زوال کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اعلیٰ کردار کے لوگ پیدا ہونا ختم ہوگئے تھے۔کردار سازی کا سب سے بنیادی ادارہ خاندان ہے۔پہلی تربیت گاہ ماں کی گود‘ جہاں فقر کی قلندرانہ رَوِش کو چھوڑ کر مادّیت نے پنجے گاڑ دیے ہیں‘ جہاں اخلاق وکردار اصل مسئلہ نہیں‘ جہاں تقویٰ کا گزر نہیں۔ صداقت ‘امانت ودیانت کے رول ماڈل نہیں۔خوفِ خدا نہیں حبِّ الٰہی کے بیج نہیں۔ بناوٹ ‘ ریاکاری‘ منافقت خود ستائشی‘ اسٹیٹس کے مہیب سائے ہیں تو اعلیٰ کردار کیسے پیدا ہوں؟ جہاں رشتہ طے کرتے ہوئے خوب صورتی کا پہلا اور سیرت وکردار کا آخری نمبر ہو تو بھلا اعلی کردار کے حامل کہاں سے آئیں گے۔

اس وقت جو ادارہ تربیت میں منہمک ہے‘ وہ میڈیا اور صرف میڈیا ہے جو ایک طرف گاڑی بنگلے‘ اسٹیٹس کی دوڑ کی قابلیت پیدا کرکے مادّیت کو خدا کے روپ میں دکھا رہا ہے کہ پیسا ہی اوّل اور پیسا ہی آخر ہے اور درمیان میں ‘میں ہوں۔۔۔ میری بیوی ‘میرے بچے‘ دوسری طرف خاندان کا ادارہ جو کسی نہ کسی شکل میں باقی ہے۔اس کے خاتمے کی تیاری اور معاشرے کا صرف منفی پہلو دکھانا کہ اس میں صرف شر ہی شر ہے خیر کا کوئی وجود نہیں۔ایسے میں انسانیت کو بے غرض‘ مخلص اور بے لوث افراد کہاں سے میسر آئیں گے؟ جنھوں نے خود سے بڑھ کر دوسروں کا سوچا جو پیوند لگے کپڑوں میں غربا کے چولہوں کی فکر کرتے جو حق کے لیے سر تو کٹوا سکتے تھے اس کے ساتھ ‘لیکن جھک نہیں سکتے تھے۔

مسلم امّہ میں اربابِ فکر تربیت کا اہتمام کرنے کی فکر بھی رکھتے ہیں اور کوششیں بھی کرتے ہیں۔قرآن کریم نے ہدایت یافتہ کے چار پیمانے مقرر فرمائے۔

(1)انبیا(2)صدّیقین
(3)شہدا(4)صالحین

انبیا کے بعد صدّیقین کا درجہ ہے۔ ایسے لوگ تیار ہوں جن کے لیے سچائی‘ صداقت ‘حق سب سے بڑا مسئلہ ہو‘جو مثبت اندازِ فکر کے مالک ہوں۔اصول پسند ہوں اور ”صبر“ جن کی تربیت کا سب سے بنیادی عنصر ہو۔

صبر کا لغوی معنیٰ روکنا‘ بند کر دینا کے ہیں۔اصطلاحی طور پر صبر کی تعریف اپنے آپ کو گھبراہٹ اور ناگواری سے روکنے سے کی جاتی ہے۔زبان پر حرف شکایت نہ لانا بھی صبر ہے۔اپنے جسم کے اعضا کو الجھن اور تکلیفوں میں جانے سے بچانا بھی صبر کے معنیٰ میں آتا ہے۔صبر کم ہمتی ہرگز نہیں۔یہ عظیم کام عظیم صفت ہے‘جس کا نتیجہ بہت اعلیٰ ہے۔غلبہ اور ترقی بھی اسی سے ملتی ہے۔اعلیٰ مقام اور درجے میں اسی کے سبب سے ہیں۔لیڈرشپ اسی کا اعجاز ہے۔یہ وہ اعلیٰ انسانی صفت ہے کہ آسمانوں سے فرشتے اتر آتے ہیں۔یعنی صبر کسی نکتۂ نظر‘کسی موٗقف اور روّیے پر ثابت قدمی سے ڈٹ جانے کو کہتے ہیں‘جس کو آپ حق سمجھتے ہیں‘حق پر ہر حال میں ہر قیمت پر ڈٹ جانا صبر ہے۔ صبر اولوالعزم پیغمبروں کا شیوہ ہے۔اللہ رب العزت سورۂ احقاف آیت نمبر 35 میں نبیؐ سے فرماتے ہیں: فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ

بس آپ صبر کیجیے‘ جیسا کہ آپ سے پہلے اولوالعزم پیغمبروں نے کیا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا صبر دیکھیے نو سو سال دعوت دین کا کام کرتے ہیں۔انتہائی پر مشقت مراحل ناقابل بیان تکالیف کے بعد اللہ رب العزت کے سامنے رپورٹ پیش کرتے ہوئے دردمندانہ انداز قرآن کریم میں بیان ہوا کہ میرے رب میں نے انہیں صبح وشام پکارا کھلے اور چھپے پکارا اکیلے میں اور اجتماع میں دعوت دی۔میرے رب یہ مجھے دیکھ کر بھاگتے ہیں کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے ہیں اور اپنے اوپر کپڑا ڈال لیتے ہیں۔اس درد اور تکلیف کا اندازہ کیجیے۔آپ بے غرضی کے ساتھ کسی کو عذاب الیم سے بچانا چاہتے ہیں اور وہ آپ کو سننا اور دیکھنا تک گوارہ نہیں کرتے۔آپ پھر بھی نو سو سال اسی مشقت میں گزارتے ہیں کہ یہ راہ راست پر آجائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام‘ اللہ کے دوست کوئی ان کے مرتبہ تک پہنچنے کا خیال بھی کر سکتا ہے۔کس کس تکلیف سے نہیں گزرتے۔آگ میں ڈالے جاتے ہیں شہر سے

بدر کیے جاتے ہیں۔ رشتوں کی آزمائش میں مبتلا ہیں۔ بیوی اور بچے کو رب کے حکم پر ریگستان میں چھوڑ آتے ہیں۔ بیٹے کو ذبح کرتے ہیں۔ بڑھاپے میں ختنہ کا حکم ملتا ہے تو وہ بھی کر لیتے ہیں۔ گویا زندگی کا ایک ایک لمحہ صبر ہے۔ کوئی حرفِ شکایت نہیں اس کی رضا کی طلب ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھیے اپنی قوم کے لیے کس قدر تکالیف برداشت کرتے ہیں۔ فرعون کے غرق اور بنی اسرائیل کی نجات کی واضح نشانی دیکھ کر بھی وہ سرکشی پر اترے ہیں۔ آپ کوہِ طور پر جاتے ہیں تو بچھڑے کو معبود بنا لیتے ہیں۔ جہاد کا حکم دیتے ہیں تو کہتے ہیں تم اور تمہارا خدا جاؤ اور شہر میں داخلے کے وقت کا عالم تو آپ جانتے ہی ہیں، کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس اذیت اور درد اور تکلیف کا مگر وہ صبر کرتے ہیں۔ استقامت اختیار کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیسی سرکشی کا سامنا ہے کہ سولی پر چڑھانے کو تیار ہیں، مگر اللہ رُبّی انھیں اوپر اٹھا لیتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں۔ "جو صبر کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ ایسے لوگوں کے اجر کو ضایع نہیں کرتا۔" حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی قتل کا ارادہ کرتے ہیں، کنویں میں ڈالے جاتے ہیں، بیچے اور خریدے جاتے ہیں۔ عورت کی دعوت گناہ کی آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں۔ جیل بھیجے جاتے ہیں، مگر کیا صبر ہے سب کو معاف کر دیتے ہیں۔ غلّہ دیتے ہیں، اپنے پاس بساتے ہیں۔ صبر والوں کے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے۔ سورہ زُمر میں اللہ کا ارشاد ہے: إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ

ایوب علیہ السلام کا صبر کیا ہی صبر ہے، بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اولاد مر جاتی ہے، گھر گر جاتا ہے، جانور مر جاتے ہیں، سب کچھ چھن جاتا ہے، بس کلمہ شکر نہیں چھنتا!!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ ربُّ العزّت کے محبوب ہیں۔ انتہائی کٹھن مراحل سے گزارے جاتے ہیں۔ آپ کو دیوانہ، شاعر، کاہن، جادوگر کیا کچھ نہیں کہا جاتا، کوڑا پھینکا جاتا ہے۔ پتھر مار کر لہو لہان کیا جاتا ہے۔ پھبتیاں کسی جاتی ہیں۔ اپنے شہر سے نکالے جاتے ہیں۔ آزمائشوں پر صبر کی ایک طویل تاریخ ہے جو سیرت ﷺ میں نقش ہے۔

تمام انبیا ناقابل بیان آزمائشوں کے باوجود حق پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ ڈٹے رہتے ہیں۔ اللہ نے صبر کو بڑے کاموں میں سے فرمایا ہے۔ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ کے الفاظ آتے ہیں۔ اللہ نے قرآن کریم میں نوے سے زائد بار صبر کا ذکر فرمایا ہے۔ قرآن کریم جب کامیابی اور فلاح کا راستہ بیان کرتے ہیں تو ایمان اور عملِ صالح کو اس کی شرط قرار دیتا ہے۔

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اعمال کی تفصیل میں سب سے پہلے جس صفت کو بیان کیا جاتا ہے، وہ صبر ہے۔ قرآن کریم میں سورۂ مومنون میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا أَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ

یہاں کامیابی جس صفت کے بدلے میں اللہ رب العزت دے رہے ہیں، وہ صبر ہے۔ سورۂ دہر میں اللہ رب العزت نے جنت کو بھی صبر کا بدلہ قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَجَزَاهُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا

یہاں اعمال کی کوئی فہرست نہیں، بس صرف صبر کی صفت ہے۔ اللہ رب العزت سورۂ فرقان میں فرماتے ہیں کہ ان کے صبر کی وجہ سے ان کو جنّت کے بالاخانوں میں جگہ ملے گی اور ہر جگہ آداب کلمات سے ان کا استقبال ہوگا اور اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، پھر اللہ رب العزت صبر کرنے والوں کی فضیلت کو اس انداز سے بتاتے ہیں کہ غلبہ صبر کرنے والوں کو ہی حاصل ہوگا۔

إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ (الانفال)

اگر دس صبر کرنے والے ہوں گے تو سو پر غلبہ پائیں گے۔

اسی طرح اللہ رب العزت سورۂ بقرہ میں صبر اور تقویٰ والوں کے لیے پانچ ہزار فرشتوں کی مدد کی بشارت دیتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے انبیائے کرام کو صبر کی تلقین کی انبیائے کرام نے اپنے متّبعین اور صحابہ کو تلقین کی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیاں صبر و استقامت سے بھری پڑی ہیں۔ ان میں مرد و زن کی تفریق نہیں۔ مردوں میں جہاں عمارؓ کا صبر ہے، وہاں حضرت سمیہؓ کی شہادت ایک نمونہ ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر صبر کی اتنی اہمیت کیوں؟ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صبر ہی کام یابی کی بنیادی کنجی ہے۔ آج دنیا ترقی کے جس آسمان پر ہے، چاہے مادّی ترقی ہی کیوں نہ ہو، یہ بھی ثابت قدمی اور صبر سے کوشش کے نتیجے میں انسانیت کو ملی ہے۔ اگر کوئی شخص صبر کرنے والا ہے۔ اس کے صرف آخرت میں ہی نہیں دنیا میں بھی کام یابیاں ہی ہیں۔ ایک مومن صبر کے سبب ہی آنے والے دن کو گزشتہ دن سے بہتر کر پاتا ہے۔ صبر کی ص فت اگر معاشرے میں پیدا ہو جائے تو معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ صبر کی کئی صورتیں ہیں۔

مصائب اور آفات سے انسان ہل کر رہ جاتا ہے۔ ملحدین کے الحاد کی وجوہ میں سے ایک بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اللہ نے ہمیں مصیبت میں کیوں ڈالا؟ اگر وہ مصیبت میں ڈالتا ہے تو ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔ ایک مومن جانتا ہے کہ چاہے وہ مصیبت میں ڈالے یا مصیبت دور کرے، وہ رب ہی ہے۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ یہ مصائب عارضی ہیں اور ایک ایک تکلیف کے بدلے اسے بڑے بڑے اجر و ثواب ملنے والے ہیں۔ یہ سوچ کر وہ دین کے راستے پر ڈٹا رہتا ہے۔ اسے معلوم ہوتا ہے یہ دنیا آزمائش کی جگہ ہے۔ خوف، بھوک، مال کی کمی، جان کے نقصان، پھلوں کے نقصان سے آزمایا جائے گا۔ لہٰذا وہ آزمائش میں پورا اترتا ہے۔

دعوت کا راستہ ہمیشہ سے مشکل رہا ہے۔ اس راستے پر گالیاں بھی سہنی پڑتی ہیں۔ الزام بھی لگتے ہیں، طعن و تشنیع سے سابقہ بھی پڑتا ہے۔ عزّتِ نفس، جان و مال سے آزمایا جاتا ہے۔ ایک دفعہ نبی ﷺ کے صحابہ کرام میں سے کسی نے کہا آخر یہ مصائب کب تک؟ اس پر آپ کا چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا۔ فرمایا: تم پر ابھی وہ آزمائشیں نہیں آئیں جو پچھلی قوموں پر آئیں، انھیں آروں سے چیرا گیا۔ ایسے مصائب میں اللہ رب العزت نے صبر اور نماز سے مدد لینے کی تاکید فرمائی ہے۔

صبر کی ایک اور صورت اللہ کی نعمتوں پر صبر ہے۔ نعمتوں سے بسا اوقات انسان اکڑ جاتا ہے اور اسے اپنے کیے کا حاصل سمجھنے لگتا ہے۔ ایسے میں نفس کو غرور و تکبر سے روکنا اور اللہ کی طرف رجوع کرنا صبر ہے۔

صبر کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ دوسروں کی تکالیف اور زیادتیوں پر انھیں معاف کر دینا۔ معاف کر دینے کا مطلب ہے ان کی خطاؤں کی فائل کو دل و ذہن سے نکال کر پھینک دینا۔

اس وقت ہمارا معاشرہ جلد بازی اور بے صبری کا شکار ہے۔ بے صبری نے حلال و حرام کی تمیز ختم کر دی ہے۔ اس وقت نہ دوا خالص ہے نہ غذا۔ ابن خلدون نے لکھا ہے جب کوئی قوم عروج پر ہوتی ہے تو وہ اخلاقی لحاظ سے بھی بہترین ہوتی ہے اور جب زوال کا شکار ہوتی ہے تو اخلاقی لحاظ سے بھی پست سطح پر گر جاتی ہے۔ یعنی اس قوم کا کوئی کردار باقی نہیں رہتا۔ اس وقت رمضان کی مبارک ساعتیں آیا چاہتی ہیں۔ وہ مہینا جو صبر کی تربیت دیتا ہے۔ ہم اس عظیم صفت کو شعوری طور پر اپنا کر نہ صرف اپنے لیے جنت کے راستے آسان کر سکتے ہیں بلکہ اپنے ہمہ گیر زوال کو بھی روک سکتے ہیں۔ ملّتِ اسلامیہ کو تباہی سے بچا سکتے ہیں کہ رب کا وعدہ ہے۔ صبر کرنے والے ہی غالب آتے ہیں اور ان کی مدد کے لیے فرشتے تک اترتے ہیں۔

خوشگوار ازدواجی زندگی کے رہنما اصول

عبدالمتین

گھروں کا سکون: اللہ رب العزت نے ”میاں بیوی“ کے تعلق سے انسانی عالم کی ابتدا فرمائی۔اس تعلق کے مقاصد اور پختگی کی بابت اللہ تعالی فرماتے ہیں:اور اس کی نشانیوں میں سے ایک اہم نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے ہی وجود سے جوڑے پیدا فرمائے ،تاکہ تم اس جوڑی کے ذریعے سکون حاصل کرسکو اور تمہارے درمیان اپنی قدرت سے محبت اور رحمت کا بیج بودیا۔(روم:21)

معلوم ہوا کہ سکون کا اصل مرکز انسان کا اپنا گھر ہونا چاہیے ،جہاں وہ اپنے شوہر بیوی بچوں کا چہرہ دیکھ کر سکون کی ناقابل بیان کیفیت میں آجائے،لیکن اگر گھر میں سکون کی فضا نہ رہے اور گھر اینٹ پتھر اور فقط نقش ونگار کی آرائش مزیّن ہو تو وہ گھر گھر نہیں بلکہ ”ڈپریشن کا مرکز“ بن جاتا ہے اور پھر ہر کوئی ہوٹل ،کلب ، دوست یار ، تفریح اور دیگر مصنوعی سرگرمیوں کے نام سے سکون کی تلاش میں فرار ہونے کی ناکام کوشش کرتا ہے ،کیوں کہ جس کسی کو اپنے گھر میں سکون نہیں مل سکتا تو دنیا کے کسی کونے میں بھی وہ پرسکون نہیں رہ سکتا۔گھر کا یہ سکون کس طرح بحال ہوجائے۔اس حوالے سے چند امور پیش نظر رکھنا لازمی ہے ،ان میں سے کچھ کا تعلق مرد کی ذمہ داریوں سے ہے اور کچھ کا تعلق عورت کی ذمہ داریوں سے ہے۔

زوجین کا رشتہ قرآن کی روشنی میں: وہ تمہارے لیے لباس کی مانند ہیں اور تم ان کے لیے لباس کی مانند ہو۔(بقرہ:187)

اللہ رب العزت نے اس تعلق کو ایک انتہائی بلیغ تشبیہ دے کر بات کو سمجھایا ہے کہ میاں بیوی فقط رسمی تعلق کا نام نہیں ،بلکہ لباس سے تشبیہ دے کر سمجھایا کہ لباس انسانی بدن کے لیے کئی اعتبار سے اہم ہے ، مثلاً ستر ، عزت ، تحفظ ، زینت ، صحت ، تہذیب وغیرہ۔ یعنی جس طرح لباس ہمارے ستر کا ذریعہ ہے یہ رشتہ بھی ہمارے عیوب کی حفاظت کا ذریعہ ہے ، جس طرح لباس کی زینت عزت بخشتی ہے ،ایسے ہی یہ رشتہ عزت افزائی کا ذریعہ ہے ، جس طرح لباس ہمیں سردی گرمی سے محفوظ رکھتا ہے ، اسی طرح لباس بھی ہماری عزت وزینت کا ایک مجموعہ ہے۔ ٹھیک اسی طرح میاں بیوی کا معاملہ ہے ان کی عزت ، ذلت ، ان کا مقام ، ایک دوسرے سے وابستہ ہے۔ان دونوں میں ہر ایک کے ذمّے ہے کہ وہ اپنے رشتے کو دھوپ ، سردی گرمی ، بارش ،حادثات اور آفات سے بچا بچا کر رکھے۔لباس سے متعلق ایک اہم بات یہ ہے کہ ہمارے لباس پر اگر راہ چلتے کوئی کیچڑ ،گند یا داغ لگ جائے تو ہم افسوس کا اظہار کرتے ہیں اور اسے پھینکنے ، پھاڑنے یا اس حصے کو کاٹنے کی بجائے بہت خیال کے ساتھ فوری طور پر صاف کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ٹھیک یہی معاملہ میاں بیوی کے تعلق کا ہے کہ انسانی فطرت کے سبب اگر کوئی ان بن ، جھگڑا ، اختلاف یا ناراضی ہوجائے تو ان کو اپنے گھر کا خیال رکھتے ہوئے اس اختلاف کو فوری سمیٹنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

شکایات کا حل: اس ضمن میں سب سے پہلی بات یہ سمجھنے کی ہے کہ ہر جوڑا شکایات کی ایک طویل فہرست ذہن میں لیے پھرتا ہے اور جہاں کہیں ادھورا موقع ملتے ہی مکمل شکایات سنانا شروع کردیتا ہے ، جس میں رشتہ ٹھیک جگہ نہ ہونا ، خدمت میں کوتاہی ، جھگڑا ، گالم گلوچ ، مارپیٹ ، طعنے ، رہائش ، والدین گھر والے ، جمال ، کمال غرض ہر طرح کی شکایتیں سننے کو ملتی ہیں۔ ان تمام کے بعد ایک بہت بڑا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اتنی برائیاں سامنے آجانے کے بعد آپ کس صورت حال تک پہنچتے ہیں؟ آیا آپ نے ان خرابیوں کی وجہ سے یہ رشتہ ختم کرنا ہے؟ اگر ہاں! تو شریعت نے ہر دو کو یہ موقع دیا ہے ،تاکہ کوئی انسان فضول میں اپنی مختصر زندگی کا سکون غارت نہ کرے بلکہ خلع یا طلاق کے اختیارات استعمال کر کے علاحدہ ہوجائے اور اپنی نئی زندگی شروع کرے۔ لیکن حیرت انگیز طور پر اکثریت اس اختیار کو استعمال کرنے کی نہیں سوچتی بلکہ ساتھ رہنا چاہتی ہے ، جس سے معلوم ہوا کہ جوڑا ایک دوسرے کے ساتھ رہنے میں دل چسپی رکھتا ہے۔ اب اس موقع پر یہ بات بہت اہم ہے کہ جب آپ نے ساتھ ہی رہنا ہے تو آپ شکایات ، اعتراضات کا بھاری بوجھ اٹھانے کی بجائے معاملات کو حل کرنے والی گفتگو کی طرف آئیں۔ آپ اعتراض نہ کریں بلکہ غور کریں کہ میرا مسئلہ کیسے حل ہوگا؟ میں کیسے اپنے شوہر کے ساتھ اچھی زندگی گزار سکوں گی میں کیسے اپنی بیوی کے ساتھ پرسکون رہ سکوں گا۔

لہٰذا یہ پہلو واضح ہوا کہ وقت بے وقت ، موقع بے موقع شکایتوں سے فقط غیبت ، حسد ، بہتان ، گالم گلوچ ، اور فتنہ وفساد کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آتا ، بلکہ اپنے قوتِ فیصلہ کو استعمال میں لاتے ہوئے کرنے یا نہ کرنے والی صورت کی طرف آنے کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے ان امور کو سمجھنے کی ضرورت ہے جن کا تعلق بیوی سے ہے۔

بیوی کی ذمے داریاں

عورت اور امور خانہ داری: بیوی کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے شوہر اور بچوں کی تربیت کو اپنی زندگی کا مقصد بنائے اور اپنی تمام ترصلاحیتیں اپنے

گھر کو جنت بنانے میں صرف کرے۔ ایک خاتون کا اپنے گھر کو جنت بنانے کے لیے کسی بڑے ساز وسامان کی ضرورت نہیں، بلکہ فقر وفاقہ کی عین چوٹیوں میں رہ کر بھی یہ سب ہو جانا ممکن ہے۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ بیوی خاتون خانہ بنے شمعِ محفل نہ بنے، لیکن آج یہ بات سمجھنا ذرا مشکل ہو گیا ہے، کیوں کہ لڑکیاں بھی اعلیٰ تعلیم کے حصول میں پیش پیش ہیں اور ڈاکٹر، انجینیئر، آفیسر لڑکیاں عام نظر آتی ہیں اور ایک اعلیٰ تعلیم سے آراستہ لڑکی سے جب یہ کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے گھر پر زیادہ توجہ دیں تو ان کو یہ مشورہ دینے والا تنگ نظر دکھائی دیتا ہے۔

لڑکیاں تعلیم حاصل ضرور کریں اور ایسے شعبوں میں جہاں ماہر خواتین کی ضرورت ہے، وہاں اپنی خدمات پیش کریں، لیکن وہ ایک استثنائی صورت ہے۔ عام حالات میں آگر آپ دیکھیں کہ میاں بیوی دونوں اپنی معاشی مصروفیات کے سبب اپنے گھر اور بچوں کا ٹھیک خیال نہیں رکھ پاتے اور ایک ماسی رکھ کر کام چلایا جاتا ہے، جس کے اپنے ہاتھ کے کھانوں میں نہ خلوص کا جذبہ ہے نہ ہی اس کی تربیت میں ماں کی ممتا ہے بلکہ وہ تو ایک ملازمہ ہے۔

خواتین کے لیے نبوی لائحہ عمل: نبی کریم سرورِ دو عالم ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ میں بیویوں کو ایک مختصر مگر جامع پروگرام دیا گیا ہے، جس میں ایک نصاب کی طرح ان کی ذمہ داریاں بتائی گئی ہیں فرمایا:

"ایک بیوی جب پنج وقتہ نماز کی پابندی کرے اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنی عزت وعصمت کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی خدمت کرے تو اس کو اجازت ہے کہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔ (حلیہ ابو نعیم)

اس حدیث میں آپ علیہ السلام خواتین کی 4 ذمے داریاں بتا رہے ہیں۔

1 فرض نماز ادا کرنا۔ 2 فرض روزے رکھنا۔

3 عزت وعصمت کی حفاظت کرنا۔ 4 شوہر کی خدمت کرنا

آپ علیہ السلام خواتین کو ایک بہت بڑی بشارت سنا رہے ہیں کہ جنت کے تمام دروازے ان کے لیے کھل جائیں گے، لیکن بدلے میں مطالبہ کسی لمبی چوڑی عبادت کا نہیں کیا جا رہا ہے، بلکہ فقط فرائض ادا کرنا ہے، جس میں نماز اور روزے کی فرض عبادتیں اور اپنے عصمت کی حفاظت جس میں پردہ خاص طور پر شامل ہے اور آخری اہم بات اپنے شوہر کی خدمت ہے اور شوہر کی خدمت میں وہ تمام کام آجاتے ہیں جو ایک بیوی اپنے گھر میں انجام دیتی ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ جن کاموں کو خواتین خالص دنیوی یا رسمی سمجھتی ہیں اور وہ عادت یا بعض اوقات مجبوری کے تحت کرتی ہیں، اس خالص دنیوی عمل کو "دینِ اسلام" ایک عظیم عبادت قرار دے کر اس کے بدلے اتنی بڑی بشارت سنا رہا ہے۔

شکر کا اہتمام: اس ضمن میں ایک اہم کام خواتین کے ذمے یہ ہے کہ وہ "شکر" کا اہتمام کریں۔ اللہ نے ان کو بڑی قربانیاں دینے والی فطرت دی ہے۔ لہٰذا قربانی دینے کے بعد یا خدمت میں کھپ جانے کے بعد بہت ضروری ہے کہ وہ اپنے ثواب کو بچاتے ہوئے اپنے ذہن اور اپنی زبان کو شکایات پر نہ لگائیں، بلکہ اللہ نے جو بھی دیا ہے، اسے غنیمت جان کر اپنے گھر کو خوش حال اور پُرسکون رکھیں، ورنہ وقت بے وقت کی شکایتی راگنی ایک ایسی چنگاری ہے، جو پورے گھر کو آگ لگا سکتی ہے۔ لہٰذا شکر کا خاص طور پر معمول بنایا جائے۔

مردوں کی ذمے داریاں

مزاج شناسی: بیویوں کے حقوق سے رسول اللہ ﷺ کی متعلق جو ہدایات ہیں، ان میں ایک مجموعی طرزِ فکر یہ ہے کہ خواتین کا مزاج سمجھا جائے اور ان سے اسی مزاج کے موافق توقعات رکھی جائیں۔ علما فرماتے ہیں کہ خواتین کے حوالے سے تین باتوں کا سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ خواتین کس مزاج کی حامل ہیں۔

1 تحفظ 2 عزت 3 حوصلہ افزائی

تحفظ: بیوی اپنے شوہر سے بھرپور امید اور توقع رکھتی ہے کہ میری اور میرے بچوں کی مکمل ذمے داری میرا شوہر ادا کرے گا اور وہ رہائش، خرچ اور ضروریات کی فکر میں لگے بغیر اپنے گھر کو سنبھالتی ہے، اس کے لاشعور میں یہ کھٹکا رہتا ہے کہ میرا اب اس دنیا میں کوئی بھی نہیں سوائے میرے شوہر کے تبھی وہ اپنے شوہر سے بے پناہ توقع رکھتی ہے۔ اسی وجہ سے وہ سوتن سے ڈرتی ہے، کیوں کہ اسے یہ خوف لگا رہتا ہے کہ وہ اس کے تحفّظ میں رکاوٹ کا ذریعہ بن جائے گی۔

عزت: بیوی عزت اور قدر چاہتی ہے اسے عزت نہ ملے تو وہ تھوڑا کام کر کے بھی خود کو ایک ملازمہ تصور کرتی ہے اور اسے عزت مل جائے تو جان کھپا کر بھی فخر کے جذبات رکھتی ہے۔

حوصلہ افزائی بیوی حوصلہ افزائی چاہتی ہے، یہ اس کی فطری چاہت ہے جسے ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لیے اس کے کام کاج کھانے اور خوب صورتی اور سیرت و کردار کی بھرپور حوصلہ افزائی کی جائے۔

گھر کا ماحول: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تم سب میں سے زیادہ اچھا ہوں۔ (ترمذی)

فرمایا کہ گھر میں تند خو، سخت مزاج یا فوجی بن کر نہ رہو، بلکہ ان کے ساتھ اچھے سے پیش آؤ اور کوئی اگر باہر کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو، لیکن گھر میں برا ہے تو وہ برا ہے۔ گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک رکھے اور اس نیت سے رکھے کہ یہ بھی عبادت کا حصہ ہے اور مجھے اس حسن سلوک پر نیکیاں مل رہی ہیں۔

اہل خانہ کی تربیت: مرد حضرات اپنے گھر میں اچھا ماحول دیکھنا چاہتے ہیں، لیکن اس اچھے ماحول کی آبیاری کے لیے کوئی کوشش نہیں کرتے، حالاں کہ وہ اپنی کوشش سے ایک نہایت خوب صورت ماحول تشکیل دے سکتے ہیں اگر سب گھر والے روزانہ صرف 10 منٹ بھی ایک اجتماعی ماحول قائم کرکے کسی دینی کتاب کا مطالعہ کرلیں تو اس سے حیرت انگیز فوائد دیکھنے کو ملیں گے، ان شاء اللہ!

ایک اہم معاملہ: ایک اہم مگر مشکل کام جو مرد کے ذمے ہے، وہ ہے اپنی زوجہ کو الگ سے وقت دینا، ایک ایسا وقت جو آرام اور کھانے پینے کے علاوہ ہو۔ اس میں وہ دونوں ایک دوسرے سے کھلے دل کے ساتھ ہر وہ بات شیئر کریں جو دل چاہے اور اس اظہار میں کوئی بھی پابندی نہ ہو، یہاں تک کہ زوجین آپس میں معاہدہ کرلیں کہ ہمارے بیچ کوئی بھی مسئلہ ہو گا تو ہم دیگر افراد کو بیچ میں لائے بغیر بلا تردّد اس کو ایک دوسرے سے ذکر کریں گے۔

مزاج کا فرق: ایک اہم اور آخری بات یہ ہے کہ اپنی بیوی کا مزاج سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے خواتین کے لیے ایک مقام پر "غافلات" کا صیغہ ذکر کیا ہے جب کہ مردوں میں غفلت کا مطلب لاپروائی یا اپنی ذمے داریاں پورا نہ کرنے والے کو "غافل" کہا جاتا ہے، لیکن جن معنوں میں "غافلات" عورتوں کے لیے قرآن میں استعمال ہوا ہے، اس کا معنی ہے "بھولی بھالی یا ایسی عورت جو حد درجہ ہوشیاری نہ جانتی ہو، بلکہ سیدھی سادی اور انتہائی مخلص مزاج ہو۔ جسے ہر بات کی فلسفیانہ وجوہات اور تہ میں جاکر سمجھنا نہ آتا ہو۔" اندازہ لگائیں کہ اس عورت سے جب مرد بار بار یہ شکایات کرتا ہے کہ تم بات نہیں سمجھتی؟ تمھیں عقل نہیں ہے؟ تم ایک ہی بات بار بار کیوں کہتی ہو؟ تم پیچھے ہی پڑ گئی ہو؟ تم کیوں نہیں سمجھتیں؟ یہ سارے وہ جملے ہیں جن میں مرد اپنی بیوی سے دانش مندی کی انتہا درجہ کے توقعات رکھتا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس نہج پر نہیں بنایا۔ یہاں یہ ذکر بے جا نہ ہوگا کہ کئی خواتین واقعی علم و عقل و شعور اور دانش کی اعلیٰ سطح پر ہوتی ہیں، لیکن وہ ایک استثنائی صورتِ حال ہے۔

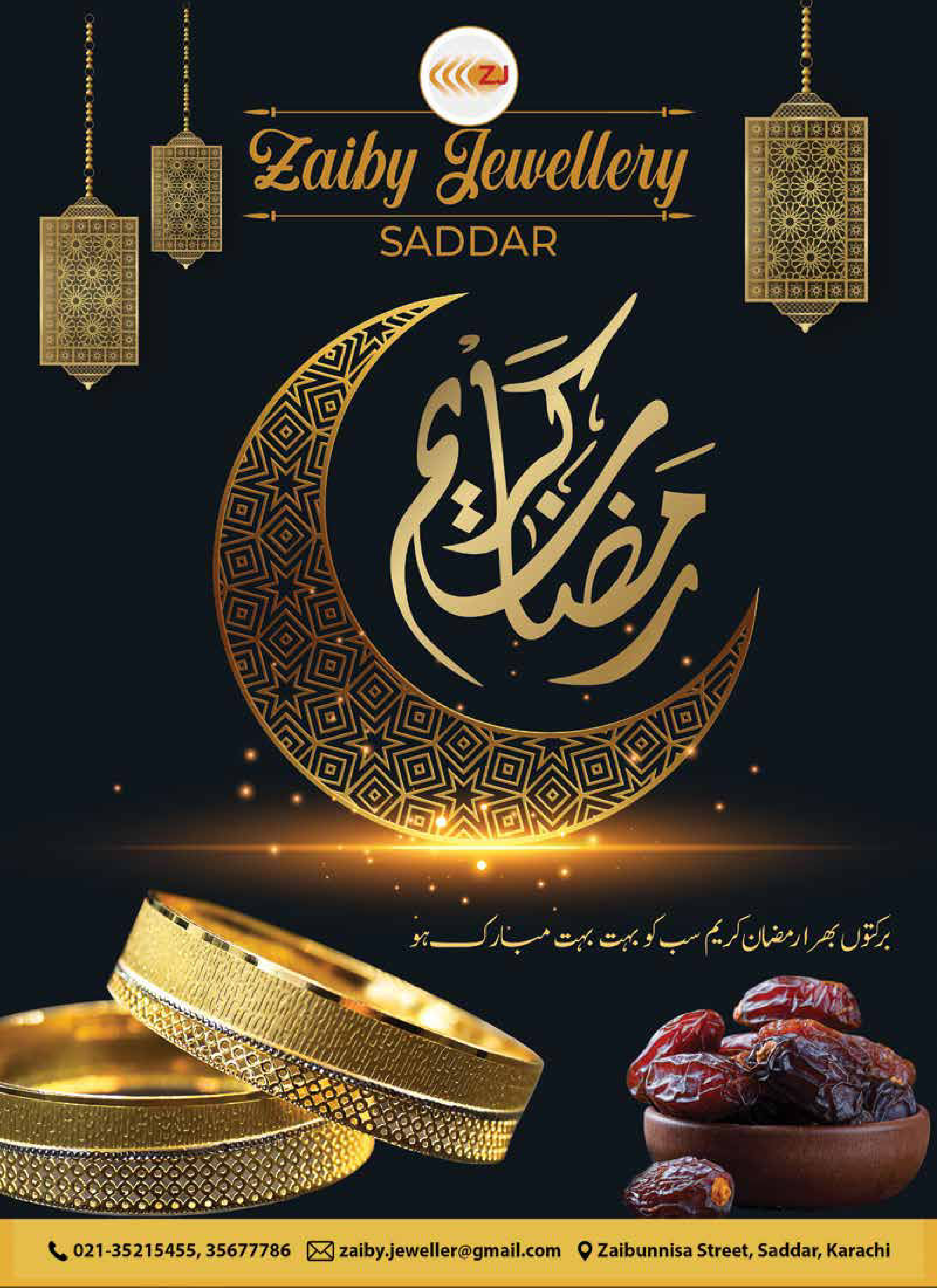
ZJ
Zaiby Jewellery
SADDAR
رمضان کریم
برکتوں بھرا رمضان کریم سب کو بہت بہت مبارک ہو
021-35215455, 35677786
zaiby.jeweller@gmail.com
Zaibunnisa Street, Saddar, Karachi

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

اطاعت و فرماں برداری کی ملکہ

ندا اختر

حضرت سودہ بنت زمعہ قبیلہ عامر بن لوی سے تعلق رکھتی تھیں، جو قریش کا ذی حیثیت قبیلہ تھا۔ آپؓ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی شموس بنتِ قیس جو انصار کے قبیلہ بنو نجار سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپؓ کے والد زمعہ بن قیس تھے، جن کا سلسلہ نسب لوی بن غالب سے ملتا تھا۔ آپ کے سگے بھائی عبد بن زمعہ اور چچازاد سکران بن عمرو قبیلے کے مشہور جنگجو تھے۔
یہی زمانہ تھا جب سودہ بنت زمعہ اور سکران عمرو رشتہ ازدواج میں منسلک کردیے گئے اور یہ تعلق عبد بن زمعہ اور سکران بن عمرو کو مزید قریب لے آیا اور ان دونوں گھرانوں کا اتحاد بڑھ گیا اور زندگی عام انداز کے مطابق آرام سے گزرنے لگی۔
جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا اور تبلیغ کا آغاز کیا تو قبیلہ عامر بن لوی کے یہی جوان اسلام دشمنی میں سب سے آگے نظر آتے تھے۔ نہ صرف خود دشمنی کرتے بلکہ دوسروں کو اللہ کے نبیؐ کے خلاف بڑھکانا ان کی خاص مصروفیت تھی۔ جب عبد اور سکران اپنی بہادری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر و تحمل کو بے بسی پر محمول کر کے اپنی دن کارگزاری سناتے تو حضرت سودہ بنت زمعہ کو جستجو ہوئی کہ آخر سبب مخالفت کیا ہے؟ پھر انھیں پتا چلا کہ یہ آدمی خود کو اللہ کا نبی کہتا ہے۔ اس پر وحی اترتی ہے، انھیں مزید حیرانی ہوئی کہ جب وہ خود کو اللہ کا نبی کہتا ہے تو ان ایذارسانیوں کا جواب کیوں نہیں دیتا، بلکہ ان کے لیے دعائیں کرتا ہے۔ انھیں مزید تجسّس ہوا اور وہ اس تعلیم کو جاننے کے لیے کوشاں ہو گئیں۔ ایک دن موقع پر ہی وہ اپنے باپ، بھائی اور شوہر سے چھپ کر ایک چادر اوڑھ کر اللہ کے نبی کی اس مجلس میں جا شریک ہوئیں اور دولتِ حق سے مالا مال ہو کر لوٹیں۔
ان کے لیے مشکل یہ تھی کہ ان کے شوہر سکران عمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے۔ ایسے میں حضرت سودہ بنت زمعہ نہ اپنے مسلمان ہو جانے کا اظہار کر سکتی تھیں اور نہ سکران بن عمرو کو روک سکتی تھیں۔ البتہ وہ تنہائی میں ان کے لیے دعائیں کیا کرتی تھیں، پھر قدرت کی طرف سے ایسا وقت بھی آیا جب سکران بن عمرو پر حقانیت کھلنے لگی، لیکن عام لوگوں کی طرح انھیں بھی خیال تھا کہ اگر میں اس تعلیم کو تسلیم کر لوں گا تو قریش میرا مضحکہ اڑائیں گے کہ کل تک جس مذہب کی مخالفت کی تھی اور جس نبی کی توہین کرتا تھا، آج اسی کی شیدائی بن گیا ہوں۔ وہ یہ سوچ کر اعترافِ حق سے گریز کرتے، لیکن خاموشی سے اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے ایک ہی بات سوچتے رہے کہ کیا کسی ایک انسان کی اتنی مخالفت کرنا درست ہے؟
پھر بھی وہ اپنے پرانے دوستوں کو اس امر سے باز رکھنے کی جرأت نہ کر سکے اور نہ دل کے اس سوال کا جواب دے سکے۔ ہاں ہر لمحہ وہ ایک انسان انھیں اعلیٰ سے اعلیٰ نظر آتا رہا اور اس کی مخالفت پر آمادہ یہ پورا شہر سطحی محسوس ہوتا رہا، یوں خاصی دیر ہو گئی، اللہ کے نبیؐ پر ان لوگوں نے سنگریزے بھی اچھالے اور پتھر بھی۔ شاعر، جادوگر اور مجنوں کے نعرے بھی لگے، ایسے میں اللہ کے نبیؐ نے ان لوگوں کے ہاتھوں دن بھر اذیتیں سہنے کے بعد ہاتھ اٹھائے اور دعا کرتے ہوئے کہا۔

”اے اللہ! میری قوم کو ہدایت عطا فرما، یہ مجھے پہچان نہیں رہے۔ تو ان کی خطاؤں سے درگزر کر انھیں معاف فرمادے۔“ یہ منظر وہ تھا جسے دیکھ کر سکران بن عمرو کانپ گئے۔ ان کے دل نے گواہی دی کہ اتنا ظرف ضبط و تحمل اور رحم دلی صرف اللہ کے سچے نبی میں ہی ہو سکتی ہے۔ یہ محسوس کرتے ہی انھوں نے کلمہ پڑھا اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ یہ چیز حضرت سودہ بنت زمعہ کے لیے بڑی مسرت بخش تھی۔ قریش جو تمام مسلمانوں کے جانی دشمن تھے۔ اب سکران بن عمرو کے بھی خلاف ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا، جب اسلام قبول کرنا جان پر کھیل جانے کے مترادف تھا، جو بھی مسلمان ہوتا اس کے اپنے ہی خاندان کے لوگ اسے اذیتیں دے دے کر آبائی دین پر واپس لانا چاہتے اور سب سے زیادہ بری کیفیت سے وہ مومن دوچار ہوتے جو کسی کے باندی یا غلام ہوتے۔
الغرض کہ ہر موحد کی جان پر بنی ہوئی تھی۔ ایک رب کو مان لینا سب سے بڑا جرم تھا، جسے وہ کسی طور پر بھی قابلِ معافی نہ تھا اور اسی بات نے قریش کو بری طرح سے مشتعل کر دیا اور انھوں نے اپنی جارحانہ کارروائیاں تیز کر دیں جو جہاں پر ملے اسے گھیر لو۔ اس فیصلے کی لپیٹ میں حضرت سودہ اور سکران بھی آ گئے۔ ایک دن چند مشرکوں نے ان پر حملہ کر دیا، جس سے دونوں زخمی ہو گئے اور دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر فریاد کی۔ اس وقت مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اس مشکل کا شکار تھی۔ جنھیں اللہ کے نبیؐ نے حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا تھا۔ لہٰذا دوسرے مہاجرین کے ساتھ حضرت سودہ اور سکران بھی حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں یہ دونوں اور ان کا بیٹا عبدالرحمٰن کئی سال رہے۔ حبشہ کے قیام کے دوران حضرت سودہ بنت زمعہ نے خواب دیکھا کہ حضورؐ ان کے پاس تشریف لائے ہیں اور اپنا قدم مبارک ان کی گردن پر رکھا ہے۔ وہ بیدار ہوئیں اور اپنا خواب سکران بن عمرو کو سنایا تو وہ بولے:
”سودہ تمہارے اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ میرے بعد رسول اللہ تم سے نکاح کریں گے۔“ حضرت سودہ خاموش ہو گئیں، مگر چند دن گزرے تو انھوں نے ایک خواب اور دیکھا کہ وہ کسی جگہ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھی ہیں کہ ایک دم سے چاند آسمان سے ان کی گود میں آن پڑا ہے۔ اس دن بھی انھوں نے اپنا خواب سکران کو سنایا تو انھوں نے پھر وہی جواب دیا اور بولے:
”اگر یہ خواب تم نے اس طرح دیکھا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ میں جلد مر جاؤں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے عقد کریں گے۔“
پھر جب حضرت سودہ حبشہ سے مکہ واپس آئیں تو وہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ دربارِ رسالت میں حاضر ہوئیں تو حضورؐ نے ان کی بیوگی پر اظہارِ افسوس فرمایا اور اب وہ اپنے والد زمعہ کے ساتھ رہنے لگیں۔
ادھر حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا۔ اب ایک طرف قریش مخالفت و دشمنی کا ہر طریقہ آزما رہے تھے۔ جماعتیں بنا بنا کر سرِ عام اذیتیں پہنچا رہے تھے۔ دوسری طرف شریک

حیات سے رخصت ہو جانے سے نجی زندگی بد نظمی کا شکار ہو گئی تھی۔ قبائل کے سفر تھے، علانیہ دعوتِ حق تھی۔ ہر جانب سے مخالفتیں اور اپنے و غیروں کی دشمنیاں تھیں۔ سب مسائل اپنی جگہ موجود تھے۔ اسی زمانہ میں خولہ بنتِ حکیم نے خدمت میں آکر عرض کیا: "یارسول اللہ! آپ سودہ بنت زمعہ سے نکاح کر لیجیے۔ سکران بن عمرو کے بعد وہ تنہا ہیں اور ان لوگوں میں رہتی ہیں جو مسلمان نہیں ہیں۔"

حضورؐ نے یہ بات سنی انھیں معلوم تھا کہ عبد بن زمعہ اسلام کا بدترین دشمن ہے اور سودہ بنت زمعہ کا بھائی ہے۔ اب ان حالات میں ایک مسلمان عورت کے حالات کا اندازہ کرنا مشکل نہ تھا۔ جہاں مسلمان ہو جانے والے مرد اپنے اپنے اقربا کے ہاتھوں مصیبتیوں کا شکار تھے۔ وہاں ایک عورت کی کیا حالت ہو گی۔ اللہ کے نبیؐ نے سوچا اور چند ثانیہ توقف کے بعد رضامندی کا اظہار فرمایا۔

چوں کہ حضرت سودہ بنت زمعہ جو مسلمان ہو چکی تھیں اور کفار میں گھری ہوئی تھیں۔ انھیں ایک مضبوط سہارے کی ضرورت تھی تو حضورؐ نے سہارا دینے کے لیے اس نکاح کا فیصلہ کیا تھا۔ بہر کیف ان سے اجازت لے کر خولہ بنتِ حکیم زمعہ بنتِ قیس کے گھر گئیں اور بولیں:

زمعہ بن قیس! میں تمھیں مبارک باد دیتی ہوں اور تمہاری بیٹی سودہ کے لیے رسول اللہ کا پیغام لائی ہوں۔ زمعہ بن قیس نے اس بات کو سنا، اپنی صاحبزادی کے تنہا رہ جانے کو مدِّ نظر رکھا، اپنے بیٹے عبد کی اسلام دشمنی کا تصور کیا اور بولا:

"بنتِ حکیم! مجھے اس امر کو منظور کرنے میں تامل نہیں ہے" البتہ تم سودہ سے دریافت کرلو۔"

"مجھے یقین ہے کہ سودہ جیسی مدبر خاتون کبھی اس بات سے انکار نہیں کریں گی۔"

خولہ بنتِ حکیم نے کہا۔

کیوں کہ دین اور دنیا میں ان کے لیے اس بات سے بہتر کوئی بات نہیں، لیکن تم خود انھیں بلا کر دریافت کرلو۔

زمعہ بن قیس نے حضرت سودہ کو بلا کر ان کو بتایا کہ خولہ بنتِ حکیم تمہارے لیے محمد بن عبداللہ کا پیغام لائی ہیں۔ انھوں نے کہا: "مجھے منظور ہے۔" اس بات چیت کے بعد تمام مراحل اسی دن طے ہو گئے۔

زمعہ بن قیس نے خود چار سو درہم مہر پر نکاح پڑھایا۔ اس نکاح کے وقت حضرت سودہؓ کی عمر پچاس برس تھی۔ اس وقت آپ نہ حسین تھیں نہ جوان، آپ نے اللہ کے نبی کے پیغام کو خوشی سے قبول فرمایا تاکہ قیامت کے دن آپ ان کی زوجہ کہلائیں اور عمر بھر ان کی یہی سوچ ہر عمل کی بنیاد بنی رہی۔

اُمُّ المؤمنین حضرت سودہ عمر بھر اولادِ نبیؐ کے لیے ایک مہربان خاتون بنی رہیں۔ انھوں نے حضورؐ کی خدمت اور اُمورِ خانہ داری کے بعد خود کو یادِ الٰہی میں مصروف رکھا۔ زہد و تقویٰ، سخاوت اور فیاضی میں وہ بہت بلند درجہ رکھتی تھیں۔ آپ دست کار تھیں اور اس سے جو بھی آمدنی ہوتی ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا کرتی تھیں۔

اُمہاتؓ المومنین میں حضرت عائشہؓ ان کی بہت مدّاح تھیں۔ ایک بار انھوں نے فرمایا:

"سودہؓ کے سوا کسی عورت کو دیکھ کر مجھے یہ خیال نہیں ہوا کہ کاش اس قالب میں میری روح ہوتی۔"

رسول اللہ کی اطاعت و فرماں برداری میں بھی آپ نے مثال قائم کر دی، آپؓ کی زندگی کا یہ واقعہ بڑا عجیب ہے۔

کہتے ہیں کہ کسی زمانے میں مدینہ ایک گاؤں کی طرح تھا، جسے یثرب کہتے تھے۔ اس وقت شریف گھرانوں کی خواتین رفع حاجت کے لیے آبادی سے دور جایا کرتی تھیں۔ ایک صبح جھٹپٹے کے وقت اُمُّ المومنین حضرت سودہؓ دوسری خواتین کے ساتھ جنگل سے واپس آرہی تھیں کہ انھیں حضرت عمر فاروقؓ نے دیکھ لیا، جنھیں خواتین کا گھر سے نکلنا گوارہ نہ تھا اور اس بات کا اظہار وہ پردے کا اصرار کرتے ہوئے دربارِ رسالت میں بھی کر چکے تھے، لیکن چوں کہ باقاعدہ ابھی تک پردے کا کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا، لہٰذا اللہ کے نبی خاموش رہے۔ اس وقت بھی حضرت عمر فاروقؓ نے ان معزز خواتین کو دیکھا اور یوں باہر آنے جانے پر ناگواری کا اظہار کر دیا۔ اس دن حضرت سودہؓ گھر واپس آئیں تو انھوں نے حضورؐ سے دریافت کیا:

"یارسول اللہ کیا ہم ضرورت کے لیے بھی گھروں سے نہ نکلیں؟" اس وقت اللہ کے نبیؐ نے ارشاد فرمایا:

"میں نے تمھیں ضرورت کے لیے گھر سے نکلنے کو منع نہیں کیا۔" یہ سن کر وہ مطمئن ہو گئیں، مگر کچھ ہی وقت گزرا کہ پردے کا حکم نازل ہوا اور رحمتِ عالم نے حجۃالوداع کے موقع پر ازواج مطہرات سے فرمایا: "میرے بعد گھروں میں بیٹھنا۔" تو اُمہات المومنین میں حضرت سودہؓ بنتِ زمعہ اور حضرت زینب بنت جحش نے بڑی سختی سے اس حکم کی پابندی کی یہاں تک کہ حضرت سودہؓ نے تو اس کی تعمیل اتنی شدّت سے کی کہ کسی نے انھیں فریضہ حج کے لیے کہا تو انھوں نے کہا: "میں حج اور عمرہ دونوں کر چکی ہوں، اب اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم سے گھر میں بیٹھوں گی۔"

آپؓ کے ایک بیٹے عبدالرحمٰن بن سکران کے سوا کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے غلام کے ہاتھ آپ کو درہم سے بھری ہوئی ایک تھیلی بھیجی، جب یہ غلام خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے پوچھا: "کیا عمر نے کھجوریں بھیجی ہیں۔"

"نہیں اُمُّ المومنین ۔۔۔ غلام نے عرض کیا ۔۔۔ امیر المومنین نے آپ کے لیے درہم بھیجے ہیں۔" اس وقت آپ نے بڑی بے نیازی سے کہا: "اگر یہ کھجوریں ہوتیں تو کھاتے، درہم ہمارے کس کام کے۔" اس کے بعد آپ نے یہ تمام درہم غریبوں میں تقسیم کر دیے۔ ام المومنین حضرت سودہؓ کا قد دراز تھا اور عمر کے ساتھ ساتھ جسم فربہ ہو گیا تھا۔ آپ کے مزاج میں اشتعال تھا، مگر جلدی غصہ پر قابو پا جاتی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی طبیعت میں ظرافت بھی تھی اور آپ بہت شُستہ مذاق کیا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ کبھی کبھی رسول اللہ سے بھی۔ ایک دن بولیں:

"یارسول اللہ! کل رات میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی اور آپ اتنی دیر تک رکوع میں رہے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میری نکسیر نہ پھوٹ جائے اور خون بہنے لگے، اس لیے میں نے اتنی دیر تک اپنی ناک پکڑے رکھی۔"

یہ سن کر حضورؐ مسکرا دیے۔ آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن بن سکران مشرّف بہ اسلام ہوئے اور جنگِ جلولہ میں شہید ہوئے۔ وہ اپنی والدہ سے بہت محبت کرتے تھے، لیکن اُمُّ المومنین سودہؓ کبھی اپنے حجرے سے ہٹ کر ان کے ساتھ جا کر نہیں رہیں اور اللہ کے نبی کے حکم پر گوشہ نشیں رہ کر عبادت کرتی رہیں۔ وہ "جنت البقیع" میں دفن کی گئیں۔

نیکیوں کا سیزن

عمارہ فہیم

اسلامیات کی معلّمہ عائشہ نعیم کبھی کبھی معمول کا سبق پڑھانے کی بجائے طالبات سے بات چیت کرلیا کرتیں، جس کا طریقہ عموماً یہ ہوتا کہ طالبات ان سے سوالات کرتیں اور معلّمہ اس کا جواب دیتیں، کبھی معلّمہ طالبات سے کوئی سوال کرتیں اور جب تمام طالبات اپنا جواب دے دیتیں تو زیادہ بہترین جواب دینے والی طالبہ کو شاباش کے ساتھ کوئی ہلکا پھلکا بھی دیتیں۔ آج ہانیہ نے معلّمہ سے سوال کیا: ”سال میں مختلف مواقع پر روزے رکھے جاتے ہیں، جیسے میری دادای ہر پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتی ہیں، میرے ابا اور امی چاند کی ہر 13، 14، 15 تاریخ کو روزہ رکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اس کا بہت ثواب ہے۔ 10 محرم اور اس کے ساتھ 9 یا 11 محرم کو بھی روزہ بہت لوگ رکھتے ہیں۔ بقر عید سے ایک دن پہلے یعنی 9 ذی الحج کو بھی روزہ رکھا جاتا ہے اور بھی بہت سے روزے ہیں تو پھر رمضان کے روزوں کو اتنی اہمیت کیوں دی جاتی ہے؟“

”ہانیہ آپ کا سوال بہت اچھا ہے، اس میں کچھ تفصیل ہے، اس لیے آج ہم صرف اسی موضوع پر بات کریں گے“۔

”ٹھیک ہے باجی!“ تمام طالبات نے یک زبان جواب دیا تو معلّمہ عائشہ کہنے لگیں:

”قرآن کریم میں رمضان المبارک کو ماہ قرآن کہا گیا، کیوں کہ اس مہینے میں قرآن کریم نازل ہوا۔ اللہ کے نبی علیہ السلام نے ”عظیم، مبارک، ماہ برکت، صبر، مومن کے رزق کا مہینا قرار دیا“۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق رمضان کو بقیہ گیارہ مہینوں پر کئی فضیلتیں حاصل ہیں۔

*یہ فرض روزوں کا مہینا ہے۔ *اس کے ہر دن اللہ پاک کے حکم سے جنت کو سجایا جاتا ہے۔ *جنت کے سب دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے بند کردیے جاتے ہیں۔ *سرکش شیاطین کو قید کردیا جاتا ہے۔ *نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ستر فرضوں کے برابر کردیا جاتا ہے۔ *ہر دن کوئی ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔“ یہ تو بس گنی چنی فضیلتیں ہیں، نہ جانے رب کریم نے کتنا انعام رکھا ہوگا اپنے مہمانوں کے لیے، اسے انسانی آنکھ دیکھ نہیں سکتی، دماغ تصوّر نہیں کرسکتا۔ ہاں! کرسکتا ہے تو بس ایک چیز اور وہ ہے یقین۔ یہ یقین ہی ہوتا ہے جو انسان کو فرش سے عرش تک لے جاتا ہے۔

جس کا ہو یقین کامل، ایمان پختہ

وہ ناکام ہو سکتا ہے کیا!!!!

”ہرگز نہیں۔۔۔“ ہانیہ کی آواز دوسری طالبات سے بلند تھی۔

”تو باجی! یہ جو فضیلتوں، برکتوں والا مہینا آرہا ہے، اس کی تیاری کیسے کریں؟“ فہیمہ نے سوال کیا۔

”ہاں! سب سے اہم تو یہی ہے کہ اب تیاری کیا ہو کیسی ہو؟ شاید آپ جانتی ہوں کہ اللہ کے نبی علیہ السلام رمضان المبارک سے دو ماہ پہلے یعنی رجب کا چاند نظر آتے ہی دعا فرماتے:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ

مطلب یہ ہے کہ ”یا اللہ! ہمارے لیے برکت رکھ رجب، شعبان میں اور ہمیں رمضان تک پہنچا دے۔“ یہ ہے اصل تیاری یعنی اس سے پتا چلتا ہے کہ رمضان سے پہلے ہی اس کی آمد کی تیاری کرنی چاہیے۔

”لیکن باجی! ہم تو ایسی والی تیاری تو بالکل نہیں کرتے۔“ فائزہ نے کہا۔

”یہی بات ہے فائزہ! ہماری تیاری تو کچھ اور ہی رنگ دکھاتی ہے اور ہمارے نبی ہمیں کیا طریقہ بتا رہے ہیں، کبھی ہم نے غور ہی نہیں کیا، ہماری تیاری بس! شاپنگ، شاپنگ اور شاپنگ کے گرد ہی گھومتی ہے۔ حتیٰ کہ رمضان کا پورا مہینا بھی ہم اسی میں گزارتے ہیں۔ یہاں تک شبِ قدر کی عظمت اور قدر بھی ہم کھودیتے ہیں اور آخر میں انعام کی رات تک ہمارا یہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اللہ کے نبی جس تیاری کا فرما رہے ہیں وہ یہ تیاری نہیں جو ہم کرتے ہیں، وہ تیاری ہے، دعاؤں کی تلاوت کے معمول میں پہلے سے قدرے اضافہ ہونا چاہیے، کھانے پینے کے معمولات کو رمضان جیسا بنانے کی کوشش کرنا چاہیے، نوافل اور ذکر اذکار میں اضافہ ہونا چاہیے، یہی وہ تیاری ہے جس سے جنت جانے کا سامان ہوتا ہے۔“

”سچ باجی! اصل تیاری تو یہی ہے۔۔“ ہانیہ نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

”کتنی اچھی تیاری ہے یہ اور ہم کہاں کھو گئے۔۔“ نغمانہ نے کہا۔

”صحیح کہا آپ نے، نہ صرف رمضان سے پہلے ہم تیاری پوری نہیں کرتے بلکہ رمضان میں بھی ہماری ساری توجہ نئے نئے پکوان بنانے اور ان میں مقابلے پر رہتی ہے یا پھر نئے نئے فیشن کے لباس بنانے میں مشغول رہتے ہیں۔ ذرا ذرا سا بہانہ بنا کر روزہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اللہ کے نبی علیہ

السلام نے فرمایا:

”جو شخص ایمان و ثواب کی نیت سے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور روزے کے دوران گناہوں سے بھی بچے اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ روزہ بدن کی زکوۃ ہے، روزے دار کے لیے سمندر کی مچھلیاں مغفرت کی دعا کرتی ہیں، ہر سجدے کے بدلے جنت میں ایسا درخت عطا کیا جاتا ہے، جس کے سائے میں 500 سال تک چلا جا سکتا ہے، روزے دار کی دعا رد نہیں ہوتی۔“ معلّمہ نے کہا تو فوزیہ نے گفتگو میں حصہ لیا: ”آہ! قدم قدم پر نیکیاں، قدم قدم پر رحمت کی یہ بارشیں۔ ہم کتنی غلفت میں وقت گزر دیتے اور ان سب سے محروم ہو جاتے ہیں۔“

”ہانیہ! آپ شاید کچھ کہنا چاہ رہی ہیں۔“ معلّمہ عائشہ نے ہانیہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”جی باجی! دادی بتا رہی تھیں کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل امین علیہ السلام نے اس شخص کے خلاف ہلاکت کی بد دعا فرمائی جو رمضان کے مہینے میں اپنی مغفرت نہ کروا سکے۔“

”جی ہانیہ! آپ کی دادی نے بالکل ٹھیک کہا۔ یہ تھوڑی سی مشقت ہے، اس کی وجہ سے کتنی بڑی دولت سے ہمیں نوازا جاتا ہے، اس کا اندازہ کرنا ہمارے بس کی بات نہیں، لیکن ایک بہت بڑی دولت ”تقوی“ ہے۔ ایک بہت بڑا انعام مغفرت ہے۔“ معلّمہ عائشہ سانس لینے کو رکیں اور پھر کہنے لگیں:

”رمضان نیکیوں کا ایسا سیزن ہے، جس میں تھوڑی محنت پر زیادہ فائدہ ہے، اس میں نیکیاں کرنا آسان، محنت کم اور ثواب زیادہ ہے۔ ایک اور بات پر توجہ دیں:

ہم میں کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو عام دن تہجد تو چھوڑیں فرض سے بھی جاتے ہیں، لیکن یہ وہ ماہ ہے، جس میں تہجد بھی نصیب ہوتی ہے، اس لیے ہم سب کو اس سیزن سے بھرپور فائدہ اٹھانا ہے۔ ان شاء اللہ اور یہ بات تو آپ سبھی جانتی ہوں گی کہ روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک افطار کے وقت دنیا میں اور دوسری جب قیامت میں اپنے رب سے ملاقات کریں گے ۔۔۔ لیکن ہم اپنے ہی ہاتھوں سے ان برکتوں سے دو بیماریوں کی وجہ سے محروم بھی ہو جاتے ہیں۔“

”بیماریاں؟ کیسی بیماریاں باجی!!!“ حفصہ کے سوال پر معلّمہ عائشہ کہنے لگیں:

”ایک تو بد نظری ہے۔ یہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے حرام ہے۔ غیر محرم مرد خواتین کا ایک دوسرے کو دیکھنا منع ہے۔ نیت بری نہ ہو تو بھی، جب کہ عام خواتین تو کیا دین دار اور پردہ دار خواتین بھی اہتمام نہیں کرتیں۔ نظر کی حفاظت پر حلاوتِ ایمانی کا انعام ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں: بد نظری ایسا وبال ہے جو گناہ کروا کر دم لیتا ہے۔ آنکھ دیکھتی ہے۔ دماغ منتشر ہوتا ہے۔ دل سوچتا ہے۔ پاؤں چل کر جاتا ہے اور ہاتھ حرکت کر جاتا ہے۔ یہ کیسے ہوا؟ بس ایک نظر کی وجہ سے کیوں کہ اعضا کا آپس میں رابطہ ہے اور دوسری بیماری ہے ”غیبت“ اللہ کے نبی علیہ السلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا: بتاؤ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے فرمایا: جو غریب مسکین ہو آپ علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔۔ مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نیکیاں، روزہ، نماز، عمرہ سب لائے، پر وہ غیبت سے نہ بچا ہو، جس کی وجہ سے اس کی نیکیاں ان لوگوں کو دے دی جائیں گی، جن کی اس نے غیبت کی ہو، پھر جب نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو جس کی غیبت کی ہے، اس کے گناہ اس کے سر لاد دیے جائیں گے، جس کے نتیجے میں وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اس لیے ان دونوں بیماریوں سے ہمیں خود کو بچانا ہے۔ اس کا ابھی سے عزم کریں، کیوں کہ جب سفر پر جاتے ہیں تو تیاری پہلے سے کرتے ہیں، یہ بھی نیکیوں کی طرف سفر ہے، اس کی تیاری بھی پہلے سے کرنا ہوگی اور اس ایک ماہ کے ارادے اور تقوی کا اثر آگے کی زندگی پر ضرور ہوگا، کیوں کہ جب انسان تیز روشنی کا عادی ہو جائے تو ہلکی روشنی اسے عجیب لگتی ہے، اسی طرح جب تقوی کا نور اندر آ جائے گا تو پھر ہر منکر سے بچت ہوگی۔ ان شاء اللہ!“

معلّمہ عائشہ نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا:

”افطار سے پہلے اور سحری کے وقت دعا قبول ہوتی ہے، کیوں کہ ان دونوں ہی وقتوں میں انسان کا پیٹ خالی ہوتا ہے اور اللہ خوب یاد آتا ہے اور دعا میں دل لگتا ہے۔ اس مبارک ماہ میں رزق حلال کی تلاش اور حرام سے بچنے کی اولا کوشش ہو، کیوں کہ حرام کا ایک لقمہ بھی نیکیوں کو تباہ کر دیتا ہے۔ جہاں یہ ماہ نیکیوں کا ہے، وہیں اس کا ہماری صحت سے بھی تعلق ہے۔“

طبّ جدید کے مطابق ”روزہ“ دماغی و نفسیاتی امراض کا کلی طور پر خاتمہ کرتا ہے۔

ہمارا نظامِ ہضم ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہے۔ ہمارے معدے میں اگر معمولی سی خوراک بھی چلی جائے تو وہ فوراً حرکت میں آتا ہے اور جس عمل میں وہ پہلے مصروف تھا، اسے چھوڑ کر اس دوسرے کام پر لگ جاتا ہے۔ اس طرح ایک مشین کو ہم تھکانے کے ذمہ دار بن جاتے ہیں اور مشین تو مشین ہے، مستقل کام سے کبھی نہ کبھی خراب تو ہو گی ہی!!! بس پھر ایک وقت آتا ہے کہ یہ مشین اپنا کام ٹھیک سے نہیں کر پاتی اور انسان سو بیماریوں کا مجموعہ بن کر رہ جاتا ہے۔ اب اس سب میں روزہ یہ کردار ادا کرتا ہے کہ انھیں آرام کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

* گلے اور خوراک کی نالی جو بے حد حسّاس ہے، آرام ملتا ہے۔

* آنتوں کو توانائی ملتی ہے۔

* معدے سے نکلنے والی رطوبتیں متوازن ہو جاتی ہیں۔

* جگر کو چار سے چھ گھنٹے تک آرام نصیب ہو جاتا ہے۔

* یہ جگر ہمارے جسم کا اہم عضو ہے، جسے نظامِ ہضم کے علاوہ پندرہ کام اور کرنے ہوتے ہیں۔ روزہ کا عطا کردہ یہ آرام اس کے نظام پر بڑا احسان کرتا ہے۔

* عام دنوں میں خون کے اندر موجود غذائیت کے مادّے اچھی طرح تحلیل نہیں ہو پاتے، جس کی وجہ سے مہلک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ روزے کا ایک فائدہ یہ ہے، اس سے یہ غذائی مادّے خون میں اچھی طرح تحلیل ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ روزہ ہر طرح سکون فراہم کرتا ہے۔

سکندرِ اعظم کہتا ہے: میری زندگی مسلسل تجربات و حوادث میں گزری ہے۔ میں نے جب صبح و شام تک کچھ نہ کھایا نہ پیا تو خود کو تازہ دم پایا۔

روسی ماہر الابدان کہتے ہیں: تین اصول زندگی کے اپنا لیے جائیں تو بدن کے زہریلے مواد خارج ہو کر بڑھاپا روک دیتے ہیں۔

”*خوب محنت کیا کرو *ورزش کرو خصوصا چلنا پھرنا

*غذا جو تم پسند کرتے ہو کھاؤ، مگر مہینے میں ایک بار فاقہ کرو۔“

معلّمہ عائشہ نے روزے کے کئی دینی فوائد احادیث کے ذریعے بتانے کے بعد جب طبّی اور دنیاوی فوائد بتائے تو سبھی طالبات حیران رہ گئیں۔

”پیارے نبی جی کچھ فرمائیں کیا وہ کبھی غلط ہو سکتا ہے، ہرگز نہیں میرے نبی کی زبان مبارک سے تو اللہ نے حکمتیں، برکتیں، رحمتیں جاری فرمائی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ میرا سب کچھ قربان آپ نے فرمایا: ”روزہ رکھو صحت مند رہو گے۔“ اور فرمایا: ”روزہ جہنم کی آگ اور زمانے کی مصیبتوں کے لیے ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے۔“ ہادیہ نے جو بہت غور سے سن رہی تھیں کہا: ”یعنی خوب برکت کا مہینہ آرہا ہے۔ صحت کا پیغام بھی لا رہا ہے اور بخشش کا پروانہ بھی۔“

معلّمہ عائشہ نے ہادیہ کو ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا: ”بہت خوب ہادیہ! آپ نے تین جملوں میں بہت قیمتی بات کہہ دی۔ پس! ہمیں چاہیے اس ماہ میں خوب استغفار کی کثرت کریں اور دعا کریں اللہ کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے اور رمضان ہمارے لیے روحانی، جسمانی، ظاہری و باطنی خوشیاں لے کر آئے۔

اللہ ہم سے راضی ہو جائیں اور ہمیں اپنی معرفت نصیب کر دیں ہم سے عذاب کی ہر طرح کی شکل کو دور فرما دیں بے شک اللہ ہی ہر چیز پر قادر ہیں۔“

”شکریہ باجی۔“ فوزیہ نے کہا تو معلّمہ کہنے لگیں۔ ”ہانیہ کا بھی شکریہ، ان کے سوال پر اللہ نے یہ سب کہنے کی توفیق دی!“

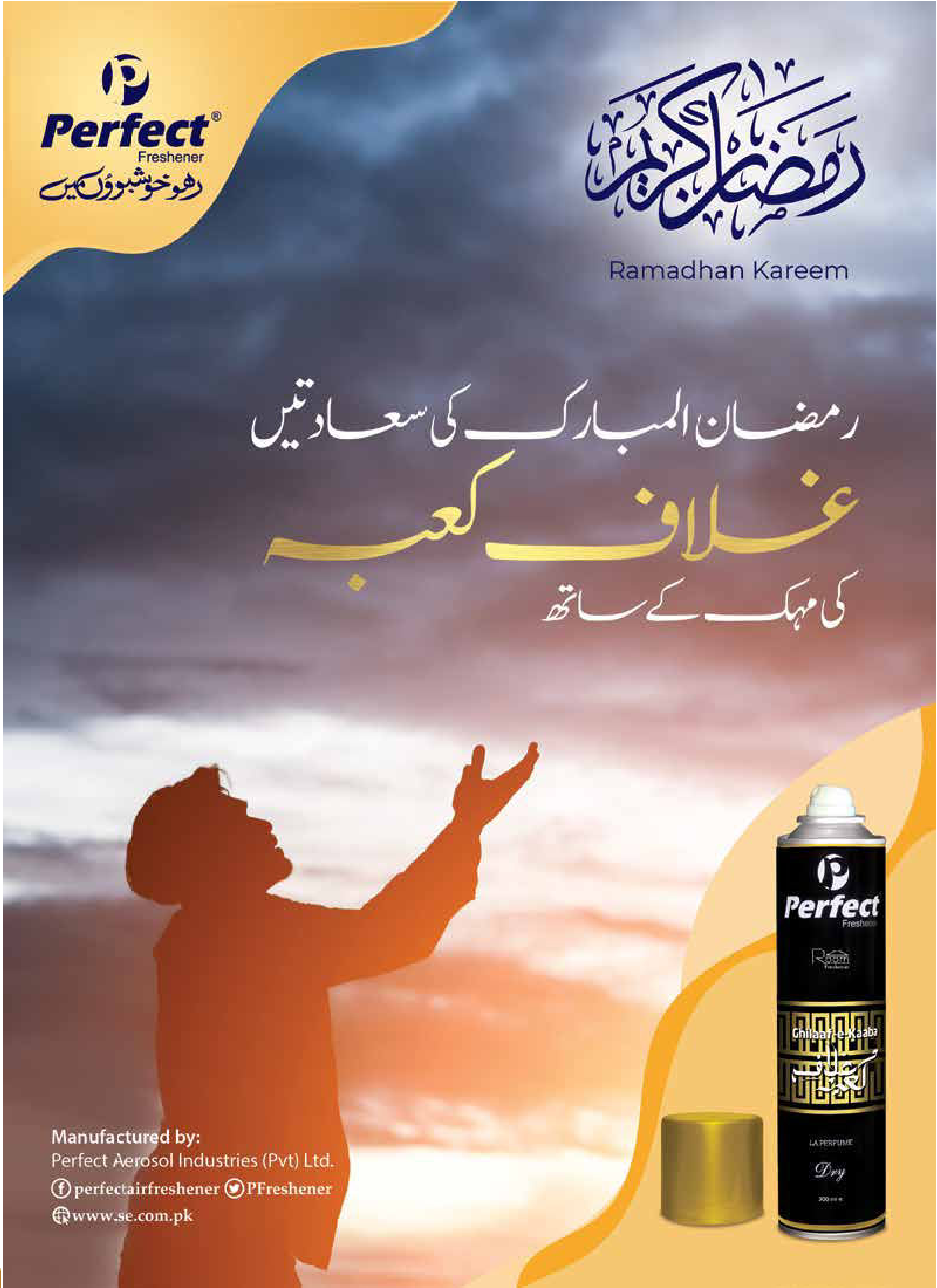

Perfect®
Freshener
رہو خوشبوؤں میں
رمضان کریم
Ramadhan Kareem
رمضان المبارک کی سعادتیں
غلاف کعبہ
کی مہک کے ساتھ
Perfect
Ghilaaf-e-Kaaba
LA PERFUME
Dry
Manufactured by:
Perfect Aerosol Industries (Pvt) Ltd.
perfectairfreshener PFreshener
www.se.com.pk

بلاعنوان

ارم شمیم

اس کہانی کا بہترین عنوان رکھنے پر تین سو روپے انعام دیا جائے گا۔ عنوان بھیجنے کی آخری تاریخ 30 اپریل ہے

فیصل آباد کے ایک گاؤں میں ایک نیک فطرت خاتون رہتی تھی' جو اپنی سخاوت' مسافروں کی خدمت اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کی وجہ سے مشہور ہوگئ تھی۔ جود وسخا کی وجہ سے لوگ اسے "حاتم طائی کی بیٹی" کہا کرتے تھے۔ اس کا گھر جس بستی میں تھا' اس کے قریب سے ایک عام سڑک گزر رہی تھی' جہاں سے ہر وقت مسافروں کی آمدورفت جاری رہتی تھی۔ دور دارز کے دیہاتی یہیں آکر بسوں کا انتظار کرتے' بعد میں خاتون کے گھر کے قریب بس اسٹاپ بھی بن گیا' جہاں ہر وقت کئی مسافر بسوں کا انتظار کررہے ہوتے۔ بسا اوقات رات تک گاڑی نہ ملنے کے باعث انھیں یہی ٹھہرنا پڑتا' اس نیک عورت نے جس کا شوہر خوشحال تھا' اپنے خاوند کو یہ تجویز پیش کی کہ کیوں نہ ہم ایک چھوٹا سا مسافر خانہ بنادیں' تاکہ وقت بے وقت اگر لوگ آئیں تو وہ یہاں سکون سے بیٹھ کر وقت گزار لیں' چناں چہ خاوند نے مسافر خانہ بنوادیا' لوگوں کے لیے بڑی آسانی ہوگئی' جب بھی لوگ آتے اس کمرے میں بیٹھ کر تھوڑی دیر انتظار کرلیتے۔

اس نیک خاتون کو پھر خیال آیا کہ کیوں نہ ان مسافروں کے لیے پانی کا بھی انتظام ہوجائے' چناں چہ اس کو جو جیب خرچ ملتا تھا' اس نے اس میں سے مسافروں کے لیے پانی کا انتظام کردیا۔ اب مسافر اور خوش ہوگئے اور اس عورت کو خوب دعائیں دینے لگے' وقت کے ساتھ ساتھ لوگوں میں یہ بات پسند کی جانے لگی کہ اللہ کی نیک بندی نے لوگوں کی تکلیف کو دور کردیا' اس کے بعد اس کی ایک اور چاہت ہوئی' اس نے اپنے خاوند سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت کچھ دے رکھا ہے' ہم اگر کھانے کے وقت ان مسافروں کو کھانا بھی کھلادیا کریں تو اس میں ہمارے یہاں کون سی کمی آجائے گئی' ہم تو اللہ کے دیے ہوئے میں سے خرچ کریں گے' چناں چہ خاوند مان گی۔

نیک بیویاں اپنے خاوند سے نیکی کے کام کروایا کرتی ہیں' چناں چہ شوہر نے مسافروں کے لیے کھانے کا انتظام بھی کردیا' لہٰذا جب مسافروں کو کھانا بھی ملنے لگا تو بہت سے مسافر رات میں وہاں ٹھہر جاتے اور اگلے روز اپنی منزل کی طرف روانہ ہوجاتے' یہاں تک کہ وہاں پر سو' پچاس مسافر ہمیشہ رہنے لگے۔ کھانا پکتا لوگ کھاتے' اس کے لیے دعائیں کرتے' کچھ لوگ ضرورت سے زیادہ خیر خواہ بھی ہوتے ہیں جو خیر خواہی کی آڑ میں بد خواہی کررہے ہوتے ہیں۔ دوستی کے رنگ میں دشمنی کررہے ہوتے ہیں' چناں چہ ایسے آدمیوں میں سے ایک دو نے اس کے خاوند کو بھڑکایا کہ تمہاری بیوی تو بہت فضول خرچ ہے' سو' پچاس بندوں کا کھانا روز پک رہا ہے' یہ فارغ قسم کے لوگ نکھٹو اور نالائق یہاں آکر پڑے رہتے ہیں' کھانا کھاتے رہتے ہیں' تمھیں اپنے مال کا بالکل احساس نہیں' یہ تو تمھیں کنگال کردیں گے' انھوں نے اس انداز سے باتیں بنائی کہ اس کو سخاوت سے ہاتھ کھینچنے پر مجبور کردیا' چناں چہ اس نے فیصلہ کیا ہم ان کو پانی وغیرہ کا تو انتظام کردیں گے' البتہ کھانا دینا بند کردیں گے' چناں چہ کھانا بند کردیا گیا' جب عورت کو پتا چلا تو اس کو بہت صدمہ ہوا' مگر عورت بہت سمجھ دار تھی' وہ جانتی تھی کہ موقع پر کہی ہوئی بات سونے کی ڈلیوں کی مانند ہوتی ہے' اس لیے مجھے اپنے خاوند سے الجھنا نہیں چاہیے بلکہ موقع پر بات کرنی چاہیے' تاکہ جب میں اپنے خاوند سے بات کہوں تو اس کی سمجھ میں آجائے' چناں چہ وہ دو چار دن خاموش رہی' ایک دن وہ خاموش بیٹھی تھی' خاوند نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ خاموش کیوں بیٹھی ہو؟ کہنے لگی کہ بہت دن ہو گئے گھر میں بیٹھے ہوئے سوچتی ہوں کہ ہم ذرا اپنی زمینوں پر چلیں' جہاں کنواں ہے' جہاں باغ ہے' کہنے لگا بہت اچھا میں تمھیں لے چلتا ہوں' چناں چہ خاوند اپنی بیوی کو اپنی زمینوں پر لے آیا' یہاں باغ تھا' پھل پھول تھے' وہاں کنواں بھی تھا' چناں چہ وہ عورت تھوڑی دیر باغ میں گھومتی رہی اور پھول توڑتی رہی' پھر کنوئیں کے قریب آکر بیٹھ گی اور اس میں جھانکنا شروع کردیا۔ خاوند سمجھا کہ ویسے ہی کنوئیں کی آواز سن رہی ہے' پانی نکلتا ہوا دیکھ رہی ہے' کافی دیر جب ہو گئی تو خاوند نے کہا کہ نیک بخت چلو گھر چلتے ہیں' کہنے لگی کہ ہاں ابھی چلتے ہیں اور بیٹھی رہی' کچھ دیر بعد اس نے پھر کہا کہ چلو گھر چلیں کہنے لگی کہ ہاں ابھی چلتے ہیں اور پھر بیٹھی رہی' تیسری مرتبہ اس نے پھر کہا کہ ہمیں دیر ہو رہی ہے' مجھے بہت سے کام نمٹانے ہیں' چلو گھر چلتے ہیں' کہنے لگی: جی ہاں چلتے ہیں اور کنوئیں میں دیکھتی رہی' اس بار خاوند قریب آیا اور کہا کیا بات ہے؟ تم کنوئیں میں کیا دیکھ رہی ہو؟ تب اس عورت نے کہا: میں دیکھ رہی ہوں کہ جتنے ڈول کنوئیں میں جارہے ہیں' سب کہ سب کنوئیں سے بھر کر واپس آرہے ہیں' لیکن پانی جیسا تھا ویسا ہی ہے' ختم نہیں ہو رہا۔ اس پر خاوند مسکرایا کہنے لگا کہ اللہ کی بندی بھلا کنوئیں کا پانی بھی کبھی کم ہوا ہے' یہ تو سارا دن اور ساری رات بھی نکلتا رہتا ہے اور ڈول بھر بھر کر لوگ لیتے رہے' تب بھی کم نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ زمین سے مزید پانی بھیجتے رہتے ہیں' جب خاوند نے یہ بات کہی تب اس سمجھ دار خاتون نے جواب دیا کہ اچھا اسی طرح ڈول بھر بھر آتے رہتے ہیں اور پانی ویسا ہی رہتا ہے؟ خاوند نے کہا تمھیں نہیں پتا! بیوی نے کہا میرے دل میں ایک بات آرہی ہے کہ حق تعالیٰ نے نیکیوں کا ایک کنواں ہمارے یہاں بھی جاری کیا تھا' مسافر خانے کی شکل میں لوگ آتے تھے اور ڈول بھر بھر کر لے جاتے تھے' نا جانے آپ کو کیا خطرہ ہو گیا تھا کہ اس کا پانی ختم ہو جائے گا۔

جب اس نے موقع پر یہ بات کہی تو دل پر جا کر لگی' کہنے لگا کہ تم نے واقعی مجھے قائل کرلیا' چناں چہ شوہر واپس آیا اور دوبارہ مسافر خانے میں کھانے کا انتظام شروع

بقیہ صفحہ 39 پر

منہ ول کعبے شریف

فروا مشتاق

مربع نما عمارت کو ڈھانپے سیاہ غلاف کا ریشہ ریشہ اپنی خوش قسمتی پہ نازاں تھا۔ آسمان ایک تھال کی طرح اپنے اندر ڈھیروں چمکتے سکّے لیے جھکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ شاید اب سارے چمکتے سکّے تھال سے نکل کر اس پُر نور عمارت کے گرد جمع ہو جائیں اور پھر وجد کے عالم میں اس محور کے گرد گھومنے لگیں۔

ٹھنڈی ہوا، سیاہ آسمان، چمکتے تارے، انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر اور سیاہ غلاف میں لپٹی ایک مربع عمارت۔ غلاف کی پُر نور سیاہی کو تکتی میری آنکھیں بہنے لگیں۔ ”دو رکعت نماز نفل۔۔۔“ میرے ہونٹ بے آواز ہلے۔ دل نے بے اختیار کہا:

”منہ ول کعبے شریف۔۔۔ اللہ اکبر۔“

***

کئی مواقع آئے، جب سفر کا موقع ملا، کئی سفر یاداشت کے خانے میں اول روز کی طرح محفوظ ہیں، جبکہ کئی ایسے ہیں کہ چاہنے کے باوجود بھی ہلکی سی جھلک کے علاوہ کچھ یاد نہیں آتا۔

یادوں کی کھڑکی سے کبھی نہ مٹنے والا ایک سفر ہے، ایسا سفر جو انسان اپنی مرضی سے نہیں کر سکتا، محض اپنی چاہت سے اس راستے پر نہیں چل سکتا۔ وہاں اسے بلایا جاتا ہے، منتخب لوگ ہی جا سکتے ہیں بس جن کے نام قرعہ نکلتا ہے، وہی جاتے ہیں دنیا کے خطے خطے سے جمع ہونے والے یہ لاکھوں لوگ جھولیاں پھیلائے رب کی رحمت و نعمت کو مانگتے، اس کے گھر کے غلاف کو تکتے اور ڈھیروں وعدے کرتے، جھولیاں بھر کے لوٹتے ہیں، جہاں گیا کوئی سائل خالی ہاتھ نہیں لوٹتا، کیوں کہ وہ گھر رب کا گھر ہے۔ جی ہاں! بات ہو رہی ہے اس سفر کی جسے سفر حج، سفر کہا جاتا ہے۔ اس سفر کی چاہت کس مسلمان کو نہیں ہوتی، مگر وہاں ہر کوئی نہیں پہنچ سکتا، صرف وہ جاتا ہے جسے خود رب چن لے۔ حج کی درخواستیں جمع ہوئیں۔ قرعہ اندازی ہوئی۔ رب نے چن کے بندے نکالے۔ باقی ڈھیروں آس لیے اگلے سال کے انتظار کی امید تھامے لوٹ گئے۔ ان ناموں میں سے ایک قرعہ ایسا بھی تھا، جو دنیا کے نقشے میں چھوٹی سی جگہ گھیرے، ایک ملک کے گمنام شہر کے رقبے پر موجود گاؤں کے رہنے والے، ایک غریب نوجوان کے نام نکلا، جس نے چندماہ قبل حج کی درخواست جمع کروائی اور معمول کے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ رب نے اس کے نام پر قبولیت کی مہر لگا کر اسے اپنے گھر کا مہمان کر لیا۔ اپنے گنہ گار دل کو خوش بختی کا یقین دلاتے، چند روز بعد میں جہاز میں سوار، وہاں جا رہا تھا، جہاں کا حکم ہوا تھا۔ آگے کی کہانی اسی کی زبانی جہاز میں بہت سے حج زائرین تھے، جن کو خاص طور پر چنا گیا تھا۔ یہ میرا جہاز کا پہلا سفر تھا اور میرا ہونق پن اتنا واضح تھا کہ ارد گرد بیٹھے لوگوں کے چہروں پہ بار بار مسکراہٹ اُمڈ آتی۔ اپنے ساتھ والے بابا جی کی دیکھا دیکھی میں نے سیٹ بیلٹ باندھ لی۔ چند منٹ بعد جب جہاز نے ہچکولے کھانے کے بعد بلندی کا سفر شروع کیا تو مجھے یقین تھا کہ یہ میرا جہاز کا پہلا اور آخری سفر ہے، مگر تھوڑی دیر بعد سکون ہو گیا، لیکن اب مجھے ایک اور پریشانی ستا رہی تھی۔ پہلی بار جہاز کا سفر کرنے پر بار بار جی متلا اٹھتا۔ اب جہاز بالکل ساکن تھا۔ سمجھ سے باہر تھا یہ اتنی جلدی ہم سعودی عرب کیسے پہنچ گئے۔ یعنی صرف چند ہچکولوں میں؟ اب اگر ہم پہنچ چکے تھے تو سب لوگ اتنی آرام سے کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟ اتر کیوں نہیں رہے؟

میں نے ساتھ والے بابا جی سے کہا: ”بابا جی! مجھے لگتا ہے، سعودیہ آ چکا ہے، تبھی تو جہاز کھڑا ہے، مگر لوگ اتر کیوں نہیں رہے؟“ میری اس بات پر بابا جی نے ہنسے اور ہنستے ہی چلے گئے۔ بابا جی کی ہنسی طویل ہوتی جا رہی تھی۔ تنگ آ کر میں نے برابر میں بیٹھے ایک صاحب کو مخاطب کیا۔ ”بھائی جان! یہ جہاز رکا ہوا کیوں ہے؟ کیا ہماری گاڑیوں کی طرح اس میں بھی پٹرول ختم ہو گیا ہے؟“

وہ ہلکا سا مسکرائے اور کہنے لگے: ”نہیں بیٹا! اس کا پٹرول پورا ہے اور یہ چل رہا ہے۔ ایک خاص بلندی پر پہنچ کر، پائلٹ جہاز کی رفتار فکس کر دیتے ہیں، یعنی بالفرض ایک منٹ میں 12 کلومیٹر، یعنی وہ ہر منٹ میں اب 12 کلومیٹر سفر طے کرے گا۔ اس سے کم یا زیادہ نہیں۔ اس کو ریسٹ موشن کہتے ہیں اور ریسٹ موشن میں بیٹھے ہر شخص کو لگ رہا ہوتا ہے کہ جس میں وہ سوار ہے وہ شے رکی ہوئی ہے۔ تم یہ پردے سائیڈ پر کر کے دیکھو یہ کس رفتار سے جا رہا ہے؟“

”بہت بہت شکریہ جناب!“ میں نے دل سے ان کا شکریہ ادا کیا۔ ساتھ ہی بابا جی بول پڑے۔ ”اوہ شہری بابو! کیا ہم جہاز کا شیشہ کھول کر باہر دیکھ سکتے ہیں؟“ بابا جی کی بات پر ارد گرد لوگوں کے منہ سے قہقہے چھوٹ پڑے۔ ”نہیں بابا جی! آپ

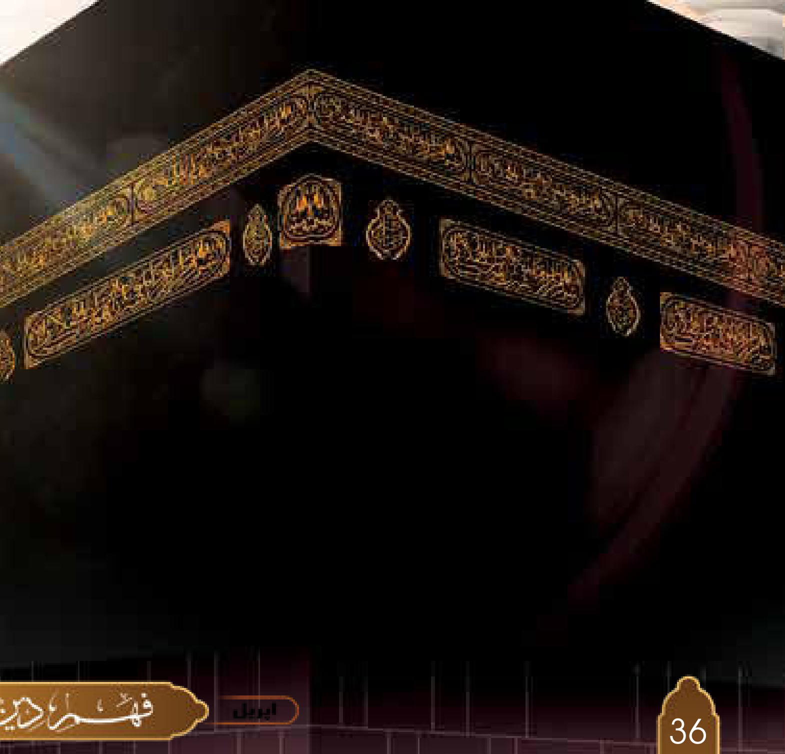

شیشہ نہیں کھول سکتے۔ بند شیشے سے صرف باہر کا منظر دیکھ سکتے ہیں۔"

"اوہ اچھا پتر! یہ تو مجھے پتا تھا' میں نے اس لیے پوچھا کہ تمہیں اس بات کا پتا ہے یا نہیں۔ کہیں تم شیشہ کھول کر باہر ہی نہ گر جاؤ۔"

"بہت شکریہ۔ آپ کی بدولت مجھے بھی پتا چل گیا۔" شہری بابو نے جل کر کہا۔ "اوہ نہیں پتر! شکریے کی کیا بات ہے۔ بڑوں کا فرض ہے چھوٹوں کو بتانا۔ اچھا یہ بتاؤ جہاز فیصل آباد سے کب گزرے گا اور کیا انار کلی سے گزرتے وقت یہ ہمیں اطلاع کریں گے؟ دراصل میرا گھر ہے وہاں۔ ہو سکتا ہے میرے گھر والے چھت پہ کھڑے ہو کر میرے جہاز کو دیکھ کر ہاتھ ہلا رہے ہوں۔"

"بابا جی آپ نے گھر کے اوپر سے گزرنا تھا تو فیصل آباد ہوائی اڈے سے ہی چڑھتے۔ یہ جہاز سعودیہ جا رہا ہے انار کلی نہیں۔" شہری بابو کی بات سے بابا جی غصے سے تلملا کر رہ گئے۔ "ہاں ہاں پتا ہے مجھے۔ اب چپ کر کے بیٹھو۔" سب کے چہروں پہ ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی۔

مدینہ منوّرہ کے ہوائی اڈے کے قریب پہنچ کر جہاز پھر سے ہچکولے کھانے لگا' گو اس وقت بھی میرا دل بہت زیادہ لرزا' مگر پہلے والے خوف میں اب کمی آ گئی تھی۔ بالآخر ہم نے اس مقدّس سرزمین پر قدم رکھ لیا' جہاں کی حسرت ہمیشہ سے دل میں تھی۔

کاغذات اور سامان کی جانچ پڑتال کے بعد ہم حرم نبوی روانہ ہوئے۔

یہ جمعرات اور جمعے کی درمیانی شب تھی۔ کچھ دیر ہوٹل میں آرام کے بعد ہم سب نہا دھو کر مسجد نبوی کی طرف روانہ ہوئے۔ تہجد کا وقت تھا اور مسجد نبوی کا سکون شاید میں الفاظ میں بیان نہ کر سکوں' پھر وہ وقت بھی آ گیا جب میں نبی پاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے روضۂ مبارک کے سامنے تھا' جس کو دیکھنے اور سنہری جالیوں کو چھونے کی حسرت ہمیشہ سے دل میں پنپتی تھی۔ میں نے کپکپاتے ہاتھوں سے جالیوں کو چھوا' آنکھیں بند کر کے اس احساس کو دل کی گہرائیوں سے محسوس کیا۔

لاکھوں گناہوں کے باوجود' رب نے آج یہاں پہنچایا تھا' اس جگہ' اس سبز گنبد تلے' سنہری جالیوں کے سامنے اور کچھ نہیں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ایک امتی کا رشتہ تو تھا' دل اس وقت بے اختیار سربسجود ہوا اور صرف ایک گواہی ہونٹوں سے نکلی۔

"میں گواہی دیتا ہوں' اللہ کے سوا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں۔" اگلی صبح ہم نے مسجد قبا کی زیارت کی جس کے بارے میں نبی پاک نے فرمایا: "قبا میں جو شخص دو رکعت نوافل ادا کرے گا اس کو مقبول عمرے کا ثواب دیا جائے گا۔"

مدینہ میں قیام کے دوران ہم نے متعدد مساجد کی زیارت کی۔ چند دن بعد ہم نم آنکھوں سے مدینہ کو الوداع کرتے اور کپکپاتے ہونٹوں سے درود پاک پڑھتے مکہ روانہ ہوئے' جب مکہ معظّمہ پہنچے تو رات ہو چکی تھی۔ ان خوب صورت گلیوں سے گزرتے دل اور قدموں کی رفتار ایک دوسرے سے زیادہ تھی۔ دل ھمک ھمک کر ان راستوں سے لپٹ رہا تھا اور قدم پہلے سے زیادہ تیزی کے ساتھ اس محور کی طرف جا رہے تھے' جس کے گرد دنیا گھومتی ہے جو زمین کا مرکز ہے۔ انسانوں کا ہجوم بیکراں کعبہ شریف کے گرد منڈلا رہا تھا۔ یہ خوش قسمت ترین لوگ تھے جو اپنی مرضی سے نہیں آئے تھے' بلکہ اربوں کی تعداد میں سے چنے گئے تھے۔ اس وقت کے لیے' اس طواف کے لیے' ان آنسوؤں کے لیے' اس حج کے لیے اور اس سال کے لیے۔

اور ان میں ایک میں بھی تھا' جو خالی جھولی' خالی ہاتھ لیے دور کھڑا' سیاہ غلاف میں لپٹی اس پرنور عمارت کو دیکھ رہا تھا' جس سے میری آنکھیں بندھ چکی تھیں' میں ہلنا چاہتا تھا' مگر ہل نہیں سکا۔ اس روز مجھے اپنی آنکھوں کی خوش بختی پہ یقین آ گیا۔ میری بصارت نے دور سے سیاہ غلاف کو چوما تھا۔ میں گھٹنوں کے بل گرا۔ میرے آنسو فرش پہ گر رہے تھے۔

"اے اللہ! میری خواہش تھی کہ میں کبھی مقام ملتزم پر کھڑا ہو کر تجھ کو پکاروں اور اب اس وقت تیرے گھر کی ہر اینٹ میرے لیے مقام ملتزم ہے۔

اللہ! تو دن میں پانچ بار مجھے بلاتا ہے' میں ایک بار بھی خوشی سے تیرے پاس نہیں آتا۔ میں درخواست دے کر بھول گیا' تو نے درخواست قبول کر لی۔ میں اتنے گناہوں کے باوجود اگر یہاں کھڑا ہوں تو اس میں میرا رتی بھر دخل نہیں۔ میں یہاں کھڑا ہوں تو تیری نظر کرم کی بدولت۔ تیری نظر کرم' جو مجھے گمنام جگہ سے اس پرنور مقام تک لے آئی۔" میرے ہاتھ چہرے پر تھے۔ اور دل چیخ چیخ کر رب کو پکار رہا تھا۔ ایک سکون تھا جو مجھے یہاں آ کر ملا۔ جس کی مجھے تلاش تھی۔ وہ صرف یہاں موجود تھا۔ چند روز بعد ایام حج شروع ہونے جا رہے تھے۔ پھر یہ دن یوں گزرے کہ پہلے دن یعنی آٹھ ذی الحج کو انسانوں کا ہجوم بیکراں مِنٰی کی طرف رواں دواں تھا' (مِنٰی مکہ مکرّمہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے) اگلے روز 9 ذی الحج کو حج کے سب سے بڑا رکن وقف عرفہ کے لیے محض دو چادروں سے تن کو ڈھانپے' میدانِ عرفات میں تھے' (عرفات مِنٰی سے تقریباً چھ میل کے فاصلے پر ہے)

معلّم کی رہ نمائی میں ترتیب اور اہتمام سے حج کو پورے آداب کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش رہی۔ صفا مروی پہاڑی کے چکر کاٹتے دل کی کیفیت حد سے سوا تھی۔ یہ وہ مقام تھا' جہاں حضرت ہاجرہ علیہ السلام نے حضرت اسماعیل کے لیے پانی کی تلاش میں سات چکر لگائے۔ اللہ نے ماں کی تڑپ کے اس مقام کو حج کا اہم رکن بنا دیا۔

حاجیوں کی ایک طویل قطار شیطان کو کنکریاں مار رہی تھی۔ شیطان نے مجھے کنکری اٹھاتے دیکھ کر سوچا تو ہوگا۔

"ارے تم تو اپنے بندے ہو۔ تم یہاں کیسے پہنچ گئے اور یہ کنکری کیوں اٹھالی؟"

یہی تھا وہ شیطان مردود' جو ہمیں ہر غلط کام پر اکساتا تھا' نماز پڑھنے سے روکتا تھا' اچھے کام کرنے سے منع کرتا تھا اور ہم کتنی آسانی سے اس کی بات مان لیا کرتے تھے۔ میں نے شیطان کو کنکریاں ماریں۔ ہر کنکری کے ساتھ عزم کیا کہ دوبارہ اس مردود کی چالوں میں نہیں آئیں گے۔ یا اللہ! ہمیں شیطان مردود کے شر سے محفوظ رکھ۔

آج مکہ میں میرا آخری دن تھا۔ میں بیت اللہ شریف کے سامنے کھڑا تھا۔ آج آخری رات تھی۔ کل صبح پہلی پرواز سے مجھے واپس جانا تھا۔ دل میں ڈھیروں آس لیے کہ شاید آئندہ بھی رب کریم ایک قرعہ میرے نام کا نکالے' شاید اگلے سال بھی یہاں سجدہ کرنے والوں میں ایک نام میرا ہو۔ کاش! وقت تھم جائے اور میری نظریں وہیں کعبہ پر جمی رہیں' کبھی نہ پلٹنے کے لیے اللہ مجھے ہمیشہ کے لیے یہیں رکھ لے۔ کاش! اس سفر میں واپسی نہ ہو' کاش! گناہوں سے پاک وجود کے ساتھ میں ہمیشہ کے لیے یہاں کا ہو کر رہ جاؤں۔

تہجد کا وقت تھا۔ انسانوں کا سمندر اسی طرح بیت اللہ کے گرد طواف کر رہا تھا۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے روح کو معطر کر رہے تھے کہ اچانک میرا دل زور سے دھڑکا اور مجھے اپنا چند سال پہلے کا خواب یاد آ گیا۔

ٹھنڈی ہوا' سیاہ آسمان' چمکتے تارے' انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر اور غلاف میں لپٹی پرنور عمارت' جو چند سال پہلے بند آنکھوں سے دیکھا تھا' اللہ نے کھلی آنکھوں سے مجھے دکھا دیا۔ میرے آنسو فرش پہ گر رہے تھے اور نظریں بیت اللہ شریف پہ جمی ہوئی تھیں۔ "دو رکعت نماز نفل۔۔۔" میرے بے آواز ہلتے ہونٹوں نے تہجد کی نیت باندھی اور دل نے بے اختیار کہا:

"منہ دل کعبے شریف۔۔۔ اللہ اکبر۔"

Felber
LEGACY OF TASTE
HEALTH BENEFITS
VITAMIN E
ANTIOXIDANTS
AIDS WEIGHT LOSS
HEALTHY CHOLESTEROL LEVEL
MAINTAINS CARDIO-CIRCULATORY SYSTEM
UNSATURATED FATTY ACIDS, MUF (MONO-UNSATURATED FAT)
Imported From Spain
Felber
LEGACY OF TASTE
POMACE
OLIVE OIL
Premium Spanish
Español Premium
CHOLESTEROL FREE
RICH TASTE
RICO SABOR
Aceite de orujo de oliva
4L

Felber
LEGACY OF TASTE
AUTHENTIC TASTE
100%
DURUM WHEAT
SEMOLINA PASTA
Felber
PASTA
Le sfiziose
The Delicious
www.marvelcoretree.com
marvelcoretree
Distributed By
IMPERIAL BROTHERS
0300-0330235
Available on
daraz.pk
Scan the QR code to shop online

نیکیوں کی سیل

روبینہ عبدالقدیر

رحمتوں اور برکتوں سے بھرا ماہِ صیام دھیرے دھیرے گزر رہا تھا۔ روزے کی حالت میں بھوک سے نڈھال‘ سوکھے لب اور خشک حلق لیے خالی جھولیاں پھیلائے لوازمات سے سجے دستر خوان کے ارد گرد بیٹھے روزہ دار رب سے دعائیں مانگنے میں مگن تھے۔ اللہ کو اپنے بندے پر اس لمحے کتنا پیار آتا ہوگا‘ جب اس کے بندے سامنے رکھی نعمتوں کے باوجود صرف اس کے ڈر سے وقت سے پہلے اپنے منہ تک ایک بھی لقمہ نہیں لے کر جاتے۔ اس وقت بندے کا تڑپ کر دعا مانگنا‘ اللہ کو اتنا محبوب ہے کہ وہ وقتِ افطار مانگی گئی کوئی دعا رد نہیں کرتا۔

”یہ چوڑیاں میرے سوٹ کے ساتھ میچ ہی نہیں ہو رہی‘ دوسری دکان میں دیکھتے ہیں۔“ رطابہ نے رنگ برنگی چوڑیوں کے ڈھیر کو دیکھ کر کہا۔

”یا اللہ! تمہیں روزہ نہیں لگا کیا؟ عصر کی اذان ہونے والی ہے اور ابھی تک تمہیں کچھ پسند ہی نہیں آ رہا۔“ انعم کا بی پی ہائی ہو رہا تھا۔

”عید کی شاپنگ تو آرام سے کرنے دو‘ اسی لیے میں امی کے ساتھ نہیں آئی‘ وہ بھی ایسے جلدی جلدی کا شور مچاتی ہیں اور بندہ ٹھیک سے کچھ پسند ہی نہیں کر پاتا۔“ رطابہ اسے بازو سے کھینچ کر دوسری دکان میں گھس گئی۔

درجنوں دکانیں دیکھنے اور سر کھپانے کے بعد بمشکل رطابہ کو کچھ پسند آیا اور جس وقت وہ گھر پہنچیں افطار کا دستر خوان سجا ہوا تھا اور اذان ہونے ہی والی تھی۔ دعا مانگتی امی کی خشمگیں نگاہوں کی تاب نہ لاتے ہوئے انعم وہیں ڈھے گئی‘ جبکہ رطابہ مزے سے ان کے پاس بیٹھ گئی۔

***

”رمضان المبارک میں روزہ رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ تم لوگ دن بھر روزہ رکھ کر بازار کی خاک چھانو اور افطار کے وقت بس پیٹ بھر لو۔؟“ نماز کے بعد امی نے دونوں کو لتاڑا۔

”نہیں امی! میں تو آ رہی تھی‘ لیکن۔۔۔“ انعم کی بات ادھوری رہ گئی۔

”امی! اسے تو کچھ پسند ہی نہیں کرنے آ رہا تھا‘ میں نہ ہوتی تو ہم عشاء کے بعد ہی گھر پہنچتے۔“ رطابہ شرارت سے بولی۔

”افف! تم رمضان میں جھوٹ بول رہی ہو؟“ انعم نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

”تم نے بھی تو میری شکایت لگانے کی کوشش کی چغل خور!“ رطابہ نے اسے زبان چڑائی۔

”آئندہ خود جانا تم۔۔“ انعم نے اسے انگلی سے وارن کیا۔

دونوں کے درمیان پانی پت کی جنگ چھڑ چکی تھی‘ جب کہ امی نے دونوں ہاتھوں میں سر تھام لیا۔

***

آخری عشرہ شروع ہو گیا تھا۔ بیس روزے پلک جھپکتے ہی گزر گئے تھے۔

”اب رمضان میں وہ بات نہیں رہی۔“ انعم نے سیب دانتوں سے کاٹتے ہوئے اداسی سے کہا۔

”کیوں کیا ہوا ہے ان کو؟“ رطابہ نے چشمہ ناک پر دھرتے ہوئے فوراً پوچھا۔

”بس دیکھو‘ کیسے دو عشرے گزر گئے اور ہم ڈھنگ سے عبادت بھی نہیں کر سکے‘ رمضان کا فیضان حاصل ہی نہیں کر سکے۔“ انعم نے آدھا سیب پلیٹ میں رکھ دیا۔

”اوہ۔۔ تو تم رمضان المبارک کی بات کر رہی ہو۔“ رطابہ نے ٹھنڈی سانس بھری۔

”نہیں۔ میں رمضان انکل کی بات کر رہی ہوں۔“ انعم نے بدمزہ ہو کر کہا۔ ساری سنجیدگی رطابہ نے غائب کر دی تھی۔

”رمضان المبارک کا فیضان حاصل کیسے ہو جب ہم پورا مہینا سحر و افطار کی تیاری‘ پورا دن روزہ رکھ کر سوئے رہنے‘ عید کی شاپنگ اور گھنٹوں موبائل فون کے استعمال میں برباد کر دیں۔ یہی وجہ ہے کہ رمضان کی رحمتیں اور برکتیں ہم سے روٹھ چکی ہیں۔“ ان دونوں کی بات سنتی امی نے تاسّف سے کہا۔

”پھر اب ہم کیا کریں؟“ انعم کی آنکھوں میں نمی پھیل گئی تھی۔

”ابھی آخری عشرہ ہے‘ دس دن ہیں جہنم سے نجات کا عشرہ ہے۔ جتنا ہو سکے عبادت کر کے اللہ کو راضی کر لو۔ دس دن بس اللہ کے لیے وقف کر دو اور یہ نیت کر لو کہ اس رمضان المبارک میں اپنی بخشش ہر صورت کروانی ہی ہے۔“ امی کی بجائے رطابہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

”تم رطابہ ہی ہو نا؟“ انعم نے اسے دیکھ کر آنکھیں ملیں۔

”مجھے احساس ہو گیا ہے کہ ہم خود اپنے قیمتی وقت کو ضایع کرنے کا سبب بنے ہیں۔ رمضان المبارک آج بھی ویسا ہی برکتوں اور رحمتوں سے بھرا فیضان والا مہینا ہے‘ لیکن ہماری خواہشات‘ ترجیحات اور دنیا کی دوڑ بڑھ گئی ہے۔“ رطابہ نے شرمندگی سے کہا۔

”آؤ نیکیوں کی اس سیل کو لوٹنے چلیں۔“ انعم نے ہاتھ بڑھایا جسے رطابہ نے فوراً تھام لیا۔

ان دونوں کو دیکھ کر امی نے اللہ کا شکر ادا کیا اور خود بھی تلاوت کے لیے اٹھنے لگیں۔

بقیہ

بلاعنوان

کروادیا اور جب تک میاں بیوی زندہ رہے مسافر خانے کے مسافروں کو کھانا کھلاتے رہے‘ یہاں سے یہ بات واضح ہوئی کی نیک بیویاں کبھی ترکی بہ ترکی جواب نہیں دیا کرتیں‘ بلکہ بات کو سن کر خاموش رہتی ہیں‘ پھر سوچ و بچار کے بعد بات کرتی ہیں اور کئی مرتبہ یہ دیکھا گیا کہ خاوند غصہ میں کوئی بات اگر کر بھی جائے تو دوسرے موقع پر وہ خود معذرت کرے گا اور کہے گا کہ مجھ سے غلطی ہوئی‘ لہٰذا اگر کسی موقع پر آپ نے کوئی بات کہی اس پر خاوند نے کہا میں ہرگز نہیں مانوں گا تو آپ خاموش ہو جائیں۔ دوسرے موقع پر وہ خوشی سے آپ کی بات مان جائے گا‘ یہ غلطی ہرگز نہ کریں کہ ہر بات کا جواب دینا اپنے اوپر لازم کر لیں۔ اس غلطی کی وجہ سے بات کبھی چھوٹی ہوتی ہے‘ مگر بات کا بتنگڑ بن جاتا ہے‘ تفرقہ پیدا ہو جاتا ہے اور میاں بیوی کے درمیان جدائی ہو جاتی ہے‘ اس لیے عقل مند عورت پہلے تولے گی پھر بولے گی۔ اس لیے کہ اسے پتا ہے اگر میں موقع پر بات کہوں گی تو اس کا نتیجہ اچھا نکلے گا۔

مینا کا روزہ

ام محمد سلمان

مینا کو آج کل روزہ رکھنے کا بہت شوق چڑھا ہوا تھا، مگر اماں، ابا جانے کیوں دشمنی نبھا رہے تھے اس کے ساتھ کہ روزہ رکھنے ہی نہیں دیتے تھے بے چاری کو۔ کم از کم مینا کو ایسا ہی لگتا تھا جب وہ دونوں کہتے...."گرمی بہت ہے مینا!! تم اتنی چھوٹی سی ہو، مر جاؤ گی گرمی اور پیاس سے... ابھی بچی ہو جب بڑی ہو جاؤ تو روزہ رکھنا...!!"

مینا ہر روز یہی طفل تسلیاں سنتی اور دل مسوس کر رہ جاتی۔

صبح اٹھ کر اماں، ابا اور بڑے بھائی بہن کو روزہ رکھے دیکھتی تو عجب قیامت سی ٹوٹ جاتی معصوم دل پر... اور نہیں تو کیا...!!!

سب لوگ مل کر سحری کے وقت کی ایسی ایسی باتیں کیا کرتے تھے کہ اسے لگتا جانے میرا کتنا قیمتی نقصان ہو گیا ہے اور منہ لٹکا کر بیٹھ جاتی۔

اُدھر سے آمنہ بوا کی لڑکیاں بڑے شوق سے بتاتیں کہ آدھی رات کو کیسے اعلان ہوا کرتا ہے مسجد میں...

"روزے دارو...!اللہ کے پیارو...!جنت کے حقدارو.....!

جلدی جلدی سحری کھا لو!!"

اِدھر اماں کہتیں: "سحری کھانے پہ بھی ثواب ملتا ہے۔"

"تو کل ہمیں بھی سحری کھانے کے واسطے اٹھا دینا ناں اماں!! ہمیں بھی ثواب دیں گے اللہ تعالیٰ۔"

"اٹھا تو دوں مگر تم روزہ رکھ بیٹھو گی.. اسی لیے نہیں اٹھاتی تم کو۔"

"اماں سچ کہہ رہے ہیں، نہیں رکھیں گے روزہ، بس تم ہمیں اٹھا دینا۔"

اگلے دن اماں نے سحری میں اٹھا دیا۔ نیند سے آنکھیں ملتی مینا منہ ہاتھ دھو کر آئی اور سب کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھ گئی۔ یوں نیند سے اٹھتے ہی فوراً کچھ کھانے پینے کو دل تو نہیں چاہ رہا تھا، مگر پھر بھی بڑے شوق سے سحری کھائی... ایک ایک لقمے پر گمان غالب کہ بہووووووت ثواب مل رہا ہے۔

دل میں پکا تہیہ کر رکھا تھا کہ گھر میں کسی کو بتائے بغیر آج ہم بھی روزہ رکھ لیں گے اور افطار کے بعد اعلان کریں گے کہ:

"لو اماں!! ہم نے بھی روزہ رکھ ہی لیا۔ اب ہم بھی اللہ کے پیارے ہو گئے ہیں۔" جب سب گھر والے سحری بند ہونے سے پہلے پانی پینے لگے تو مینا بھی خاموشی سے کولر کی طرف جانے لگی... اماں نے فوراً ٹوک دیا۔

"یہ تم کہاں کو چلیں؟ چپ کر کے سو جاؤ۔"

"اماں پیاس لگی ہے پانی تو پی لینے دو۔" مینا منمنائی۔

"ہاں پانی تو پی لو بنو!! مگر روزہ رکھنے مت بیٹھ جانا۔" اماں نے نصیحت کی۔

گرمیوں کے دن تھے۔ اس وقت سب لوگ چھت پہ سویا کرتے تھے۔ پانی پی کر وہ بھی اپنے پلنگ پر جا لیٹی... کھلے آسمان پر ستاروں کی جگمگاہٹ ابھی باقی تھی۔ بس اب اذان کا انتظار تھا تاکہ نماز پڑھ کے پکے روزہ دار بن جائیں اور اللہ تعالیٰ سے استحقاق کے ساتھ جنت کا تقاضا کر سکیں۔

اذان ہوئی تو مینا نے اماں کے ساتھ مل کر فجر کی نماز پڑھی اور پھر اپنے پلنگ پر محوِ استراحت ہو گئی۔ ارادہ تھا اب سب روزہ داروں کی طرح ہم بھی کچھ دیر آنکھیں موند لیں اور جب صبح کا چاندنا خوب پھیل جائے گا، سورج مشرق سے ابھر آئے گا تو آمنہ بوا کے گھر جا کر اعلان کریں گے کہ آج ہم بھی روزہ رکھے بیٹھے ہیں۔ یہ خیال آتے ہی دل میں احساسِ تفاخر ایسا ابھرا گویا ابھی آسمان سے فرشتے اتریں گے جہنم سے نجات کا پروانہ لے کر۔

ابھی شیخ چلّی کے سے یہ منصوبے چل ہی رہے تھے کہ صبح کے اس ملگجے اندھیرے میں منہ میں کچھ تھوک سا محسوس ہوا...

"ہائے اللہ!! دل زور سے دھڑکا... تھوک حلق میں چلا گیا تو روزہ نہ ٹوٹ جائے کہیں!!!"

اس خیال کے آتے ہی فوراً کچی مٹی کی چھت پہ چپکے سے تھوک دیا، مگر تھوڑی دیر بعد پھر وہی سنگین مسئلہ درپیش!! اللہ..!! بار بار منہ میں تھوک کے حساب سے تھوک کہاں سے آئے چلا جا رہا ہے؟

اسی شش و پنج میں تھی کہ بھیّا کے زور زور سے ہلنے کی آواز آئی... مینا نے جو مڑ کے دیکھا تو وہ اپنی ہنسی دبائے پیٹ پکڑے دہرے ہوئے جا رہے تھے...

"مینا تم نے روزہ رکھا ہے.. ہی ہی ہی..." وہ پھر دبی دبی پُرجوش ہنسی کے ساتھ بولے!!

مینا خاموش... انکار کیسے کرتی کہ نہیں رکھا۔

جھوٹ بولتی تو روزے میں اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتے اور قیامت کے دن سامنے کھڑا کر کے پوچھتے... "مینا!! تم نے روزہ رکھ کے جھوٹ بولا تھا؟"

تب کیا جواب دوں گی بھلا..؟

قیامت کے دن کا حساب کتاب اور سزا و جزا کا تصور ایسا پختہ تھا گویا ایلفی سے احساسات پر چپکا دیا گیا ہو۔ خیر... چار و ناچار اقرار کرنا ہی پڑا کہ "روزہ رکھ لیا ہے بھیّا۔"

"اچھا!! کہاں رکھا؟ منہ میں رکھا یا پیٹ میں؟" بھیّا ہنستے ہنستے بولے... ہائے اللہ!! مینا کا روزہ تو کھو گیا، نہ منہ میں ہے، نہ پیٹ میں۔

"بھیّا تم نے کہاں رکھا اپنا روزہ؟" مینا سادگی سے بولی۔

مگر بھیّا کو تو ہنسنے کی پڑی تھی بس!!! ذرا دم کو رک کے تو بولے..

"ایسا کرو مینا!! تم اپنا روزہ شکر کے ڈبے میں رکھ آؤ اور ڈھکن اچھی طرح بند کر دینا۔ وہاں محفوظ رہے گا، کوئی نہیں چرا سکے گا۔"

مینا اٹھ کر رسوئی میں جانے لگی کہ روزہ شکر دان میں سنبھال آئے...

مگر اتنے میں اماں بھی تلاوت سے فارغ ہو کر اپنی چارپائی پر آ لیٹیں... "مینا!! شرافت سے جا کر پانی پی لو۔ تھوک تھوک کے مر جاؤ گی ورنہ.." اماں کی تحکمانہ آواز آئی۔

اور مینا کی تو واقعی حالت غیر ہو چکی تھی.. حلق میں ابھی سے کانٹے پڑ رہے تھے۔

"یہ روزہ رکھنا ہمارے بس کا روگ نہیں!! اماں ٹھیک کہتی ہیں جب ہم بڑے ہو جائیں گے تو روزہ رکھیں گے۔ ابھی چل کے کٹورا بھر پانی پی لیتے ہیں۔" مینا زیرِ لب بڑبڑائی... مگر بھیّا نے سب سن لیا اور بولے...

"ہاں ہاں مینا!! تم نے بالکل ٹھیک فیصلہ کیا ہے۔ بہتر یہی ہے تم پانی پی لو۔ ابھی اگر تم نے اپنا روزہ شکر دان میں بھی رکھا تو صبح اٹھ کر ننھی ثریا تمہارا روزہ کھا جائے گی..."

واقعی!!!! مینا حیرانی سے بولی۔ میں بس اپنا روزہ اللہ میاں کے پاس رکھا کروں گی۔

پانی پی کے مینا اپنی چارپائی پر آ کر لیٹی تو بھیّا پھر ہنس رہے تھے۔ "اب کیا ہوا؟"

"اے مینا!! ایک مزے کی بات بتاؤں؟"

"ہاں بتاؤ نا بھیّا..."

"مینا... ہم نے تمہیں بتایا ہی نہیں کہ حلق میں تھوک جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔"

"کیا واقعی بھیّا... !!!؟"

"اور نہیں تو کیا!!"

"تو پھر میں کل کا روزہ ضرور رکھوں گی!!"

مینا نئے عزم سے بولی۔ "تمہیں پتا ہے مینا؟ روزہ داروں کے لیے ایک بڑا خاص دروازہ بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے، اسے "باب الریان" کہتے ہیں۔ قیامت کے دن سب روزہ دار بڑی خوشی خوشی اس دروازے سے جنت میں جائیں گے۔"

"تب تو میں کل کا روزہ ضرور رکھوں گی بھیّا۔" مینا نے ایک بار پھر اپنے پختہ عزم کا اظہار کیا۔

"ہاں رکھواتی ہوں تجھے روزہ...!!

چپ کر کے سو جا مینا!! ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔" مگر وہ مینا ہی کیا جس پر نصیحتوں کا اثر ہو جائے... اگلے دن پھر سحری میں اٹھی بیٹھی تھی۔ بھیّا کی سفارش پر اماں نے تو روزہ رکھوا دیا، مگر اب مینا کو روٹی دال کا بھاؤ خوب پتا چل رہا تھا۔

شام ہوتے ہوتے نڈھال پڑی تھی۔ افطار ہوا تو تین گلاس اپنے سامنے رکھے بیٹھی تھی۔ ایک میں ٹھنڈا پانی، ایک میں روح افزا اور تیسرے میں لسی۔

اماں سمجھا رہی تھیں: "مینا! کھجور کھانا پہلے، ایک دم سے غٹاغٹ پانی مت چڑھا لینا۔"

بھیّا نے کہا: "آؤ مینا! ہم اللہ تعالیٰ سے روزہ قبول ہونے کی دعا مانگتے ہیں اور بھی کچھ مانگنا ہو تو مانگ لو۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کو اپنے روزہ دار بندوں پہ بہت پیار آتا ہے، جو کچھ بھی وہ مانگیں اللہ میاں ضرور دیتے ہیں!!"

مینا چپکے چپکے دعا مانگنے لگی.. "اللہ تعالیٰ!! آج کا روزہ بہووووت لمبا تھا، ہم نے مشکل سے پورا کیا۔ اچھے اللہ! کل کا روزہ چھوٹا رکھنا۔ پیارے اللہ! مینا کا روزہ قبول کرلیں۔ آمین ثم آمین۔"

اس نے دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے اور اتنے میں روزہ کھل گیا۔ اماں نے مینا کو افطار کے بعد کی دعا پڑھوائی۔

ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللهُ

"پیاس چلی گئی اور رگیں تر ہو گئیں اور اللہ نے چاہا تو اجر و ثواب قائم ہو گیا۔"

اور اس نے مشکل سے کھجور حلق سے نیچے اتاری اور پانی کا گلاس ہونٹوں سے لگا لیا۔ جیسے ہی آدھا پانی پیا، بھیّا نے گلاس اس کے ہاتھوں سے لے لیا۔

"بس کرو مینا!! ابھی کچھ کھا لو پھر پانی پینا۔" اماں نے کٹے ہوئے پھلوں کی پلیٹ اس کے سامنے کی۔

مینا روزہ کھول کے چپ چاپ چھت پہ جا لیٹی۔ بھیّا مسجد سے نماز پڑھ کر آئے تو فوراً اس کے پاس پہنچے۔

"کیا بات ہے مینا!! اتنی خاموش کیوں لیٹی ہو، طبیعت ٹھیک ہے؟"

بھیّا نے محبت سے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔

ممم!! مینا نے ہنکارا بھرا۔

"بھیّا! روزوں کا ثواب کب دیں گے اللہ تعالیٰ؟"

"عید کے دن ملے گا۔" بھیّا نے یوں ہی کہہ دیا بس.. کہ اداس سی مینا خوش ہو جائے گی عید کا ذکر سن کے (کہ عید بھی تو روزہ داروں کا انعام ہے۔)

مگر وہ تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"ارے کیا ہوا میری بہنا کو، بتاؤ تو کیوں رو رہی ہو؟"

"بھیّا!! کل کا روزہ میں نہیں رکھوں گی، بہت مشکل سے پورا کیا آج!!"

"اچھا تو ٹھیک ہے، مت رکھنا۔ ابھی تم پہ فرض تو ہیں نہیں، چھوٹی سی تو ہو۔" بھیّا نے اسے تسلی دی۔

"لیکن پھر اللہ تعالیٰ مجھے ثواب نہیں دیں گے نا۔ سب کو ملے گا، بس مینا کو ہی نہیں ملے گا۔ سب جنت میں چلے جائیں گے اور مینا دنیا میں اکیلی رہ جائے گی۔"

مینا کا رونا ایک بار پھر شروع ہو گیا۔ "افففففف!! کس نے کہا عید والے دن سب جنت میں چلے جائیں گے؟"

"ابھی تو تم نے کہا تھا بھیّا، عید کے دن ثواب ملے گا!!"

"اوہو.... ارے بھئی یوں تھوڑی کہا تھا۔ ہم نے تو بس تمہیں بہلانے کے واسطے کہہ دیا تھا پگلی!! جنت میں ابھی کوئی نہیں جا رہا۔ وہ تو قیامت کے دن جائیں گے سب لوگ، جب سب کے فیصلے ہو جائیں گے۔"

"مجھے اللہ تعالیٰ ثواب نہیں دیں گے نا...؟ بھیّا مجھے بھی ثواب چاہیے بہت سارا۔"

"اچھا تو تم ایسے کرو مینا کہ بہت اچھے اچھے کام کرو جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہو کر تمہیں بہت سارا ثواب دیں۔ رمضان کا مہینا نیکیاں کمانے کا زبردست موقع ہوتا ہے۔"

"تو مجھے بتائیں نا بھیّا کیا کروں میں؟"

"مینا تم اماں کے ساتھ گھر کے کام کروایا کرو، روزے میں روزہ داروں کا کام ہلکا کر دینا چاہیے۔ تم اماں کے ساتھ چھوٹے موٹے کام کروایا کرو، چھوٹی بہنا کو کھلایا کرو... اللہ کا ذکر کیا کرو۔ درود شریف پڑھا کرو۔

سپارہ پڑھنے بیٹھتی ہو نا تو زیادہ دیر تک پڑھا کرو۔ سبق اچھی طرح یاد کیا کرو اور اماں کے ساتھ پانچوں وقت کی نماز پڑھا کرو...."

"یہ سب تو میں کرتی ہوں بھیّا.. اور کیا کروں؟"

"اور... اور... یہ کرو مینا کہ کسی سے جھگڑا مت کرنا، جھوٹ مت بولنا اور کسی کو گالی مت دینا اور سب دنیا کے بچوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا کہ سب کو پیٹ بھر کر کھانا ملے، ماں باپ کا پیار ملے، ہدایت ملے اور ہم سب کو جنت ملے۔"

"یہ سب کروں گی تو مجھے اللہ تعالیٰ کا بہت سارا پیار ملے گا؟"

"ضرور ملے گا مینا..." بھیّا نے پیار سے اس کے سر پہ تھپکی دی۔

اور مینا کے چہرے پہ ایک خوش کن مسکراہٹ پھیل گئی۔

PERVAIZ UMAR
ENTERPRISE

Highly Experienced Clearing & Forwarding Agents
Advisors and Attorneys in Customs Cases

We are a leading CLEARING, FORWARDING concern operating in Pakistan. We excel to the entire satisfaction of our long list of clientele who have always reposted their complete confidence on us. Imbued with this sense of achievement, we are proud of our countrywide clientele of repute. We are approved and enlisted Clearing and Forwarding Agents of all Commercial and National Banks in Pakistan.

We have vast experience of handling more than 65% imports of Heavy Plants, Machinery and Turn-Key Projects of "Textile, Sugar, Cement and Power Sectors" besides other industrial raw material and commercial consignments, which have enabled us to adopt and handle all sorts of imports and have become our permanent business associates.

Head Office, Karachi

1st Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road
TEL: 021-32630724 - 32633641 FAX: 021-32633646
EMAIL: pervaizumar@hotmail.com
headoffice@pervaizumarenterprise.com

Branch Office, Lahore

19-G, Gulberg II, Lahore.
Tel: 042-35764929 - 35764933
Fax: 042-35764934

پہلا قرینہ

پروفیسر محمد اسلم بیگ

خالد ایک امتحان کے سلسلے میں چند دنوں کے لیے کسی دوسرے شہر گیا تھا۔ قریبی مسجد میں نمازِ فجر ادا کرنے کے بعد وہ حسبِ معمول سورۂ یٰسین پڑھنے کے لیے بیٹھ گیا۔ یہ اس کا برسوں پرانا معمول تھا کہ نمازِ فجر سے فارغ ہو کر مسجد ہی میں یٰسین پڑھ لیتا تھا' کیوں کہ اس نے بہت پہلے ایک بار امام صاحب سے حدیث کا مفہوم سنا تھا کہ ''جو دن کے شروع میں ایک بار سورۂ یٰسین پڑھ لے' اللہ تعالیٰ اس کے دن بھر کے کام پورے فرمادیتے ہیں۔''

اس نے قرآن پاک کھول کر بائیسواں پارہ نکالا اور سورۂ یٰسین کی تلاوت شروع کر دی۔ وہ پہلا صفحہ پڑھ کر صفحہ پلٹنے لگا تو بے اختیار اس کی توجہ صفحے کے نچلے بائیں کونے کی طرف مبذول ہو گئی۔ اسے صفحہ پلٹنے والی جگہ باقی صفحہ کی بہ نسبت بہت میلی نظر آئی۔ میل کے ساتھ صفحہ کا وہ حصہ کافی بوسیدہ بھی محسوس ہوا۔ اسے یہ بات عجیب سی لگی۔ اس نے قرآن کریم کا وہ نسخہ بند کر کے واپس رکھ دیا اور ایک اور قرآن پاک لے کر سورۂ یٰسین نکال لی۔ اب تو اسے اور بھی زیادہ تعجب بلکہ دکھ ہوا' کیوں کہ اس نسخے میں بھی سورۂ یٰسین کے صفحوں کے کونے نہ صرف میلے تھے بلکہ وہ پھٹ بھی چکے تھے اور دو کونے پھٹنے کے قریب تھے۔ اس نے مزید نسخے دیکھنے کی کوشش نہیں کی اور اسی میں سے سورۂ یٰسین پڑھنا شروع کر دی۔

لیکن یہ خیال اس کے ذہن سے چپک کر رہ گیا تھا کہ آخر یہ میل آیا کہاں سے؟ تلاوت کے دوران میں اس نے ایک بار صفحہ پلٹا تو اچانک اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔ اس نے اپنی ایک بات نوٹ کر لی تھی کہ میں جب بھی صفحہ پلٹتا ہوں تو انگلی کو اپنی زبان سے گیلا کر لیتا ہوں۔ اس سے صفحہ پلٹنے میں آسانی ہو جاتی ہے اور اس عمل کی مجھے اتنی عادت پڑ چکی ہے کہ صفحہ پلٹتے ہوئے انگلی خود بخود زبان پر پہنچ جاتی ہے۔

''تو کیا صفحات کے یہ کونے اسی عمل سے میلے ہوتے ہیں؟'' وہ زیر لب بڑبڑایا۔ پھر اسے ایک اور خیال آیا۔ اس نے قرآن پاک کو مختلف جگہ سے کھولا اور یہ بات نوٹ کی کہ قرآن پاک کے باقی صفحوں کے کونوں پر یہ میل بہت کم تھا۔ اب اسے اندازہ ہوا کہ سورۂ یٰسین کی تلاوت زیادہ کی جاتی ہے' اس لیے ان صفحوں پر باقی صفحوں کے مقابلے میں زیادہ میل ہے اور ان کے کونے پھٹ رہے ہیں اور یہ میل کہاں سے آتا ہے؟ اس سوال کا جواب اب اسے مل چکا تھا۔

''جو عادت مجھے ہے' وہی اور بہت سے لوگوں کو بھی ہے' جس کی وجہ سے صفحات کے کونے بوسیدہ ہو چکے ہیں۔''

اس نے سوچا کہ ہماری اس عادت کی وجہ سے صفحے کتنے بدنما نظر آتے ہیں۔ قرآن پاک کے صفحے تو دیدہ زیب اور خوش نما ہونے چاہئیں کہ یہ اللہ رب العزت کا کلام ہے۔ ابھی چند دن پہلے اس نے کسی جگہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کا مفہوم پڑھا تھا ''اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے کہ ہم میلے کچیلے لباس میں رہیں۔'' تو کیا اللہ تعالیٰ یہ پسند فرمائیں گے کہ ہم لوگ ان کے مقدّس کلام کو میلے کچیلے صفحوں کا لباس پہنائیں؟ پھر سورۂ یٰسین تو قرآن پاک کا دل ہے۔ ہم اپنے اس عمل سے قرآن پاک کے دل کو داغ دار بنا رہے ہیں۔

اس نے دل ہی دل میں عہد کیا کہ آئندہ کم از کم میں یہ عمل نہیں کروں گا' تا کہ میری وجہ سے قرآن پاک کے صفحے داغ دار نظر نہ آئیں۔

لیکن پھر

صفحے پلٹنے میں جو مشکل پیش آئے گی' اس کا کیا علاج کیا جائے؟

اس نے سوچا مگر اس کا کوئی حل اسے سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ اپنے شہر میں واپس آکر اس سوال کے جواب کی تلاش میں اپنے کلاس ٹیچر سر اکرام کے پاس جا پہنچا' جو عقلِ سلیم کے مالک اور بہت نیک دل شخص تھے اور حتی الامکان سب کے مسائل سن کر بہت اچھا مشورہ دیا کرتے تھے۔

خالد ان کے پاس پہنچا تو اس نے دیکھا کہ سر اکرام ایک امتحانی پرچہ جانچ رہے ہیں اور جب صفحہ پلٹتے ہیں تو اپنی انگلی ایک گول ڈبیہ میں رکھتے ہیں جس میں گیلا فوم موجود ہے۔ اس طرح انگلی کی نمی انہیں صفحہ پلٹنے میں مدد دے رہی ہے۔

اس نے سلام کرنے کے بعد ان سے پوچھا: ''سر! یہ آپ کس چیز سے اپنی انگلی گیلی کر رہے ہیں؟''

''یہ واٹر بینک ہے بیٹا!'' سر اکرام نے اس کے تجسّس بھرے سوال کا جواب دیا۔

''یہ تو بڑے کام کی چیز ہے سر! یہ کہاں سے ملتا ہے؟''

''اسٹیشنری کی دکان سے جہاں سے تم کاپیاں کتابیں خریدتے ہو۔'' خالد کو لگا جیسے اس کو وہ چیز مل گئی ہو' جس کی اسے تلاش تھی۔

''اچھا سر! آپ مصروف ہیں' مجھے اجازت دیجیے۔ میں ویسے ہی آپ کو سلام کرنے حاضر ہوا تھا۔'' یہ کہہ کر خالد کھڑا ہو گیا۔ اس کی دانست میں چونکہ مسئلہ حل ہو گیا تھا' اس لیے اب وہ سر کی مصروفیت میں حائل نہیں ہونا چاہتا تھا۔

''سلام تو تم ہمیشہ ہی آ کر کرتے ہو۔ جب تم آئے تو مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی بات پوچھنا چاہتے ہو۔ بیٹھ جاؤ بس میں اس پرچے کے نمبروں کا میزان کر لوں۔''

سر اکرام نے اپنی بصیرت سے پہچان لیا تھا کہ خالد کے آنے کا مقصد سلام کے علاوہ بھی کچھ ہے۔ خالد مسکراتے ہوئے سعادت مندی سے بیٹھ گیا۔

*****

''ہاں! اب بتاؤ تم کیا بات پوچھنے کے لیے آئے تھے؟'' سر اکرام نے پرچہ میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

''سر! میں چاہتا تھا کہ قرآن پاک کے صفحے پلٹنے کے لیے کوئی ایسا طریقہ یا چیز مل جائے' جس سے ہم اپنی انگلیوں کو گیلا

بقیہ صفحہ 45 پر

مستقبل کا سوال

قرۃ العین خرم ہاشمی

"بھائی! میرے ساتھ چھت پر چلیں گے؟" دس سالہ عبداللہ نے اپنے بڑے بھائی چودہ سالہ رضا سے کہا۔ رضا رائٹنگ میز کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھا اپنی کتابیں کھول رہا تھا۔ رضا نے گردن گھما کر دروازے میں کھڑے بھائی کی طرف دیکھا اور پھر نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں! میں ابھی مصروف ہوں۔" رضا نے نرمی سے کہا تو عبداللہ کے چہرے پر مایوسی چھا گئی۔ "اچھا!" عبداللہ نے سر جھکا لیا اور واپس مڑنے لگا۔

"ویسے چھت پر کیوں جانا ہے؟" رضا نے سوال کیا تو عبداللہ نے مڑ کر بھائی کی طرف دیکھا۔ "آپ بھول گئے؟" عبداللہ نے حیرت سے سوال کیا۔

"کیا؟" رضا نے حیرانی سے پوچھا۔

"رمضان المبارک کا چاند دیکھنے۔ مولوی صاحب نے بتایا تھا کہ رمضان کا چاند دیکھ کر دعا کرنی چاہیے۔" عبداللہ نے معصومیت سے کہا تو رضا نے سمجھ کر سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے۔ تم جا کر چاند ڈھونڈو، اگر مل گیا تو میرے لیے بھی دعا کرنا۔ امتحان ہونے والے ہیں۔ مجھے بہت فکر ہے۔"

رضا نے اپنا رخ کتابوں کی طرف موڑا تو عبداللہ مایوس ہو کر وہاں سے چلا گیا۔ وہ چھت پر گیا تو اس کے امی، ابو اور چھوٹی بہن حنا وہاں موجود تھے۔

"امی! بھائی نہیں آئے۔" عبداللہ نے اداسی سے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ اسے پڑھنے دو۔" امی نے نرمی سے کہا۔

"مگر امی! پڑھتے تو ہم دونوں بھی ہیں۔ بھائی تو کسی چیز میں شامل نہیں ہوتے۔" عبداللہ نے منہ بنا کر کہا۔

"جی امی! بھائی تو اکثر نماز بھی نہیں پڑھتے۔" نو سالہ حنا نے معصومیت سے کہا۔

"اچھا میں اسے سمجھاؤں گا۔ اب جلدی سے چاند ڈھونڈو۔"

ابو نے بات کو ختم کیا اور وہ چاروں سر اٹھا کر بڑے سے آسمان میں باریک چاند کو ڈھونڈنے لگے۔ رمضان المبارک آنے کی خوشی، سکون ان سب کے چہروں پر واضح نظر آ رہا تھا۔ "مشکل ہے کہ چاند نظر آئے۔ چلو نیچے چل کر ٹی۔ وی پر دیکھتے ہیں۔" ابو نے اندھیرا پھیلتے دیکھ کے کہا تو سب سر ہلاتے چھت سے نیچے اتر گئے۔ کچھ دیر کے بعد ٹی۔ وی کے ساتھ ساتھ گلی، محلے، مسجدوں میں بھی رمضان المبارک کے چاند نظر آنے کا اعلان ہونے لگا۔ ہر طرف ایک خوشی اور گہما گہمی تھی۔ سحری کی تیاری شروع ہو گئی۔ سحری کی تیاری کے لیے سامان خرید کر گھر میں آنے لگا۔ عبداللہ اور حنا بہت پر جوش تھے۔ وہ امی سے فرمائش کر رہے تھے کہ سحری میں کیا کیا کھائیں گے۔ ابو مسکراتے ہوئے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے، جب کہ پاس بیٹھے رضا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم دونوں نے کون سا روزہ رکھنا ہے جو سحری کے لیے اتنا خوش ہو رہے ہو؟"

"بھائی مولوی صاحب نے بتایا تھا کہ سحری کرنے کا بھی ثواب ملتا ہے۔" عبداللہ نے جلدی سے کہا تو اس کے ابو نے اثبات میں سر ہلایا۔

"عبداللہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ ایک حدیث شریف ہے کہ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:
"سحری کھایا کرو کیوں کہ سحری میں برکت ہے۔" (صحیح بخاری)

ابو نے بتایا تو عبداللہ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

"ٹھیک ہے امی! جس دن میں نے روزہ رکھنا ہوگا، میں بھی ضرور سحری کروں گا۔" رضا نے لاپروائی سے کہا تو اس کے والدین نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"کیا مطلب؟ تم روزے نہیں رکھو گے؟" امی نے سخت لہجے میں سوال کیا۔

"امی جان! میرے امتحان ہو رہے ہیں۔ میں روزہ رکھ کر پیپر نہیں دے سکتا۔" رضا نے نفی میں سر ہلایا۔

"یہ تو بہت غلط بات ہے۔ رمضان سال میں ایک بار آتا ہے۔ تم پر روزے فرض ہیں۔" امی نے سرزنش کی۔

"امی! سالانہ امتحان بھی سال میں ایک بار آتے ہیں، اگر میں نویں جماعت میں اچھے نمبر نہیں لے سکا تو میٹرک میں کیسے لوں گا۔ میرے مستقبل کا سوال ہے۔" رضا اپنی بات پر قائم تھا۔ ابو کچھ دیر سوچتے رہے۔

"دیکھو رضا بیٹے! ہم زور زبردستی سے تم سے روزہ نہیں رکھوا سکتے۔ تم اب بڑے ہو چکے ہو۔ تمہیں خود سمجھنا چاہیے کہ تمہارے دین کے کیا احکام اور فرائض تم پر واجب ہوتے ہیں۔ والدین صرف راستہ دکھا سکتے ہیں۔ چلنا اولاد کا اپنا فیصلہ ہوتا ہے۔" ابو نے سنجیدگی سے کہا تو رضا نے سر ہلا دیا۔

اگلے دن سے رمضان کی بابرکت ساعتوں اور نورانی دن رات کا آغاز ایمان افروز طریقوں سے ہو گیا۔ ہر کوئی اسی کوشش میں تھا کہ زیادہ سے زیادہ رمضان کی برکتیں، رحمتیں سمیٹ لے۔ اپنے رب کی بارگاہ میں سرخرو ہو جائے۔ جو جانتے تھے کہ رمضان کا مہینا کتنا نایاب اور قیمتی ہوتا ہے وہ اس کے ہر لمحے سے فیض یاب ہو رہے تھے اور کچھ رضا جیسے لوگ بھی تھے جو رمضان کے فیض سے محروم تھے۔

رضا کے امتحان شروع ہوئے۔ دس روزوں میں سے رضا نے بمشکل دو روزے رکھے تھے۔ وہ ہر وقت پڑھنے کی فکر میں لگا رہتا۔

"امی کل میرا دوسرا پیپر ہے۔ مجھے وقت پر جگا دیجیے گا۔" رات سونے سے پہلے رضا نے فکرمندی سے کہا تو امی نے سر ہلا دیا۔ اگلی صبح رضا امی کے جگانے سے پہلے اٹھ چکا تھا۔ امی جگانے آئیں تو بہت حیران ہوئیں۔

"امی مجھے فکر سے نیند ہی نہیں آئی۔" رضا نے پریشانی سے کہا اور جلدی سے تیار ہو

کر کمرے سے باہر نکلا تو اس کے ابو آفس جانے کے لیے تیار کھڑے تھے۔

"رضا! آؤ میں تمھیں ڈراپ کر دیتا ہوں۔" ابو نے نرم مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو رضا نے سر ہلا دیا۔ دونوں باپ بیٹا گاڑی میں بیٹھے ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے۔ رضا کو جلد از جلد اور وقت پر امتحانی سینٹر پہنچنے کی بے چینی تھی۔ وہ بار بار اپنے ابو سے گاڑی تیز چلانے کا کہہ رہا تھا۔

ابو نے مسکرا کر دیکھا۔ "رضا ایک بات بتاؤں۔" ابو نے موڑ کاٹتے ہوئے کہا تو رضا نے سوالیہ انداز میں باپ کی طرف دیکھا۔ "جب میں تمہاری عمر کا تھا تب میرے ابو نے مجھے ایک راز کی بات سمجھائی تھی۔" ابو نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم جانتے ہو اس راز کے جاننے کے بعد میں زندگی میں کبھی کسی امتحان گاہ میں دیر سے نہیں پہنچا۔ تم جانتے ہو کہ میں آفس بھی اپنے وقت سے پہلے پہنچ جاتا ہوں۔"

ابو نے کہا تو رضا نے فوراً سر ہلایا۔ "جی ابو! آپ وقت کے بہت پابند ہیں۔ پلیز ابو مجھے بھی دادا جان کا وہ راز بتادیں تاکہ میں بھی زندگی میں دیر' سویر کی وجہ سے کبھی ناکام نہ ہوں۔" رضا نے جلدی سے سوال کیا۔ اسے کچھ دور اپنے اسکول کی عمارت نظر آرہی تھی۔ وہ گاڑی سے اترنے سے پہلے راز جاننا چاہتا تھا۔

"رضا بیٹا! میرے ابو نے ایک بات سمجھائی تھی کہ جس طرح ہم دنیا کی امتحان گاہ میں ناکام ہونے کے خوف سے تیاری کرتے ہیں' وقت کی پابندی کا خیال رکھتے ہیں۔ بالکل اسی طرح اگر ہم آخرت میں اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف رکھ کر زندگی گزاریں گے تو کبھی ناکام نہیں ہوں گے۔" ابو نے نرمی سے کہا اور گاڑی اسکول کے گیٹ کے سامنے روک دی۔ رضا گم صم بیٹھا ہوا تھا۔

"بالکل ایسے ہی جیسے تمھیں اپنے امتحان کی فکر ہے۔ اگر تم اللہ کا خوف اور ڈر دل میں رکھو گے' اس کے سامنے پیش ہونے کا سوچو گے تو تم کبھی بھی دینی احکام اور فرائض کو پورا کرنے میں کوتاہی نہیں کرو گے۔ جاؤ' دیر ہو رہی ہے۔"

ابو نے نرم لہجے میں کہا تو رضا سر ہلاتا گاڑی سے نیچے اتر گیا۔ پیپر دیتے ہوئے بھی اس کا ذہن اپنے ابو سے ہوئی گفتگو میں الجھا ہوا تھا۔ گھر آ کر بھی وہ اس بارے میں سوچتا رہا۔ اگلی صبح جب وہ سحری کے لیے اٹھا تو امی حیران رہ گئیں۔

"امی! میں سحری میں بیٹھا دہی اور پراٹھا لوں گا۔" رضا نے مطمئن انداز میں کہا اور لاؤنج کے صوفے پر عبداللہ اور حنا کے ساتھ بیٹھ گیا جو سحری بننے کا انتظار کر رہے تھے۔ امی نے جلدی سے سحری بنائی تو سب دستر خوان پر بیٹھ کر سحری کرنے لگے۔ ابو نے مسکراتے ہوئے رضا کی طرف دیکھا۔ جب کہ امی کے چہرے پر حیرانی تھی۔

سحری کا وقت ختم ہوا تو سب وہاں سے اٹھ گئے۔ جب امی نے رضا کو مخاطب کیا۔

"رضا! کیا تم نے آج روزہ رکھا ہے؟" امی نے حیرانی سے سوال کیا تو رضا نے اثبات میں سر ہلایا۔

"مگر آج تو تمہارا تیسرا پیپر ہے۔" امی نے پھر پوچھا۔ "امی! پیپر کی تیاری میں کر چکا ہوں۔ باقی کامیابی اور ناکامی اللہ میاں کے ہاتھ میں ہے۔ جب کہ آخرت کے ڈر سے میں فرض روزے رکھ رہا ہوں' تاکہ اللہ کے سامنے بھی سرخرو ہو سکوں۔"

رضا نے مدھم لہجے میں کہا اور اپنے باپ کی طرف دیکھا جو مطمئن انداز میں مسکرا رہے تھے۔ رضا فجر کی نماز پڑھنے کے لیے وضو کرنے چلا گیا۔ اس کے والدین نے دل میں اپنے رب کا شکر ادا کیا کہ جس نے وقت پر رضا کو درست سمت عطا کر دی تھی۔

بقیہ

پہلا قرینہ

کر سکیں' لیکن اب یہ مسئلہ واٹر بینک سے حل ہو جائے گا۔"

"اچھا! تو تم میرا واٹر بینک دیکھ کر اسی لیے اٹھ کھڑے ہوئے تھے کہ تمھیں تمہارے سوال کا جواب مل گیا ہے؟"

"جی سر! ایسی ہی بات ہے۔"

"پھر تو اچھا ہوا کہ میں نے تمھیں روک لیا۔ دیکھو بیٹا! سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن پاک ہی نہیں بلکہ کسی بھی کتاب کو اپنی زبان یا ہونٹوں کی نمی سے گیلا نہیں کرنا چاہیے۔ اگر تم غور کرو تو جس چیز کو ہم نمی کہہ رہے ہیں' وہ دراصل تھوک ہے۔ کسی بھی مقدّس کتاب کو اپنا تھوک لگانا اس کی بے ادبی بلکہ بے حرمتی ہے۔ پھر یہ کہ تھوک لگانے سے ہمارے جراثیم دوسروں تک اور دوسروں کے جراثیم ہم تک بہت آسانی سے پہنچ جاتے ہیں۔ اس طرح بیماریاں پھیلنے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ ایک سے زیادہ طریقہ ہائے علاج میں تھوک ٹیسٹ کر کے بیماریوں کی تشخیص کی جاتی ہے۔ اس کا صاف مطلب ہے کہ تھوک میں بیماری کے جراثیم ہو سکتے ہیں' لہٰذا کسی بھی کتاب کے صفحات کو تھوک سے نم کر کے نہیں پلٹنا چاہیے۔

اب رہی بات واٹر بینک کی تو واٹر بینک بھی اس کا حل نہیں ہے۔ یہ پرچے جانچنے اور نوٹ گننے کے لیے تو بہت اچھا ہے' لیکن بات وہی ہے کہ قرآن پاک کے صفحے پر جب اتنی نمی لگے گی تو ان کو نقصان پہنچے گا اور وہ جلد بوسیدہ ہو سکتے ہیں۔"

"دیکھو بیٹا! گرمیوں کے موسم میں تو تمھیں کسی قسم کی نمی کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ ہمارے ہاتھوں اور انگلیوں میں اتنی نمی ضرور موجود ہوتی ہے کہ ہم صفحہ پلٹ سکیں' البتہ سردیوں اور خزاں کے موسم میں چوں کہ ہماری انگلیاں خشک ہوتی ہیں' اس لیے ہمیں صفحہ پلٹنے میں مشکل پیش آتی ہے۔"

"جی سر! پھر اس موسم میں کیا کیا جائے؟"

"دیکھو بیٹا! سردیوں کا موسم گرمیوں کے مقابلے میں مختصر ہوتا ہے' اس لیے ہمیں چند مہینے ہی یہ مشکل برداشت کرنی پڑتی ہے۔ سردیوں میں جب صفحے کی آخری پانچ چھ سطروں کی تلاوت باقی رہ جائے تو دائیں یا بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے صفحہ پلٹنے کی کوشش شروع کر دینی چاہیے۔ جب تک ہم آخری سطر تک پہنچیں گے' صفحے کا کنٹرول ہمارے ہاتھ میں آچکا ہو گا اور ہم آرام سے صفحہ پلٹ لیں گے۔ انگلی گیلی کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔ ایک اور اہم بات یہ کہ عموماً لوگ صفحہ پلٹنے کے لیے صفحے کے نچلے کونے کو استعمال کرتے ہیں۔ اگر ہم اس کے بجائے بالائی حصے یا کونے کی مدد سے صفحہ پلٹیں تو مزید احتیاط ہو جاتی ہے' کیوں کہ زیادہ لوگوں کے استعمال میں آنے والے نسخے کا نیچے والا حصّہ یا کونا زیادہ بوسیدہ یا کمزور ہو چکا ہوتا ہے۔ اوپر والے حصے کو استعمال کرنے سے نیچے والے کونے کو کچھ آرام مل جائے گا اور اس کی عمر بڑھ جائے گی۔ گویا استعمال کا بوجھ دونوں حصوں یا کونوں پر برابر تقسیم ہو جائے گا۔ لہٰذا پہلے سے زیادہ استعمال نسخوں میں اوپر والے کونے کا استعمال زیادہ مناسب رہے گا۔

پھر اس احتیاط کی وجہ سے کورونا اور دیگر وبائی اور متعدّی امراض میں مبتلا ہونے کا خطرہ بھی انشاء اللہ کم یا بالکل ختم ہو جائے گا۔ ان احتیاطوں کی وجہ سے قرآن پاک کے صفحے صاف ستھرے اور اُجلے نظر آئیں گے۔ صفائی کے ساتھ ساتھ ایک اور چیز جو ہمیں قرآن پاک کو اُجلا رکھنے کی ترغیب دیتی ہے' وہ اس پاک کلام کا ادب ہے۔

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

اللہ تعالیٰ سے محبت کا تقاضا ہے کہ اس کے مقدّس کلام کا ادب اور احترام کیا جائے۔"

"بہت بہت شکریہ سر! واقعی میں اگر آپ کو پوری بات نہ بتاتا اور صرف واٹر بینک کو دیکھ کر ہی چلا جاتا تو مجھے اس مسئلے کا نامکمل اور ناقص حل ملتا۔ اب میں یقیناً قرآن پاک کے صفحات کو بغیر گیلا کیے آرام سے پلٹ سکوں گا۔"

خالد کا سر۔۔۔ سر اکرام کے احترام میں جھک گیا کہ انھوں نے اسے اللہ کے مقدّس کلام کے ادب اور اکرام کا قرینہ سکھا دیا تھا۔

SUPER POWER
MOTORCYCLE
NON STOP POWER
70cc Dollar
70cc Tokyo
70cc Premium
70cc Scooty
70cc Deluxe
125cc Regular
110cc Cheetah
150cc Archi
250cc Sultan
SUPERPOWER
Motorcycle Rickshaw
175 Loader
3 Seater Rickshaw
Ph: +92-21-35319651-58 | www.piranigroup.com.pk | Facebook.com/superpowermotorcycle

مچھلیاں 2

فوزیہ خلیل

بچے ساحل سمندری کی سیر سے گھر آچکے تھے۔ نہادھو کر کپڑے تبدیل کر چکے تھے۔ نمازِ عشا سے فارغ ہو کر سب دادی جان کے بڑے کمرے میں آبیٹھے۔ ''آج ساحل سمندر پر بہت مزہ آیا۔'' عکاشہ کہہ رہا تھا۔

''ہاں دادی جان! ہم نے بہت ساری مچھلیاں بھی دیکھیں اور اُن کے بارے میں معلومات بھی لیں۔'' حیدر نے ہنس کر کہا۔

''ہاں ہم آپس میں ایک دوسرے سے معلومات حاصل کر رہے تھے۔'' خزیمہ نے مسکرا کر کہا اور بوتل اٹھا کر پانی کا گلاس بھرنے لگا۔ عکاشہ کچھ دیر غور سے پانی کا گلاس دیکھتا رہا پھر بول اٹھا۔

''خزیمہ بھائی! مچھلیاں بھی پانی پیتی ہیں کیا؟''

''نہیں نہیں اللہ تعالیٰ نے مچھلیوں کے جسم کی بناوٹ اس طرح بنائی ہے کہ ان کو پانی پینے کی ضرورت نہیں ہے وہ جو غذا کھاتی ہیں اس کی نمی پر گزارہ کرتی ہیں۔''

''لیکن وہ تمام زندگی پانی میں گزارتی ہیں اور پانی اُن کے منہ کے اندر بھی جاتا ہوگا؟'' یوسف نے حیرت سے کہا۔

''جیسے ہم سانس لیتے ہوئے ہوا اندر کھینچتے ہیں اور پھر اُسے باہر نکال دیتے ہیں اسی طرح مچھلی بھی ایک سانس میں پانی اندر کھینچتی ہے اور دوسرے سانس میں پانی باہر نکال دیتی ہے۔ پانی اس کے منہ کے اندر بھی جاتا ہے لیکن اس کے گلپھڑوں سے گزر کر باہر نکل جاتا ہے۔''

''یعنی مچھلیاں پانی میں موجود آکسیجن کو اپنے گلپھڑوں کے ذریعے اپنے جسم میں داخل کرتی ہیں۔'' عکاشہ نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''اور اور کھانا۔۔۔؟؟'' عکاشہ کو ساحل سمندر پر بیٹھ کر کھائی گئی بریانی یاد آئی تو اس نے فوراً مچھلیوں کی خوراک کے بارے میں سوال کیا۔ ''سمندر میں بہت اقسام کے پودے پائے جاتے ہیں۔ کچھ مچھلیاں تو یہ پودے بطور خوراک استعمال کرتی ہیں۔ کچھ مچھلیاں، چھوٹی مچھلیوں کو کھاتی ہیں۔ پانی میں اور حیوانات بھی ہوتے ہیں ان کو کھاتی ہیں۔'' چچا جان نے جواب دیا۔

''اللہ تعالیٰ نے مچھلیوں کی ہزاروں اقسام پیدا کی ہیں۔ یہ سب جدا جدا عادات رکھتی ہیں۔ کچھ گہرے پانی میں رہتی ہیں اور کچھ کم گہرے پانی میں۔ کچھ مچھلیاں سمندر میں رہتی ہیں اور کچھ دریا کی مچھلیاں ہوتی ہیں، کچھ ایسی بھی ہوتی ہیں جو سمندر اور دریا دونوں میں رہ لیتی ہیں۔'' مصعب بھائی نے کہا۔ ''کچھ تنہا رہنا پسند کرتی ہیں اور کچھ گروہ کی شکل میں۔ اور اسی طرح مچھلیاں مختلف رنگوں کی بھی ہوتی ہیں۔ اُن کے یہ حسین رنگ آنکھوں کو کتنے بھلے لگتے ہیں۔'' عکاشہ بولا۔

''مچھلیوں کے یہ خوش نما رنگ ہمیں بھی بہت اچھے لگتے ہیں لیکن ان خوش نما رنگوں کے اور بھی بہت سے فائدے ہیں ان رنگوں کی مدد سے وہ ایک دوسرے کو باآسانی پہچان لیتی ہیں۔ اگر کوئی مچھلی گہرے سمندر میں رہتی ہے تو سورج کی روشنی حاصل کرنے میں یہ رنگ اس کی مدد کرتے ہیں۔'' مصعب نے کہا۔ ''سمندر کی گہرائی سے کتنا ڈر لگتا ہے ناں!! کتنی تاریکی ہوتی ہوگی وہاں پر یہ مچھلیاں اتنی گہرائی میں کیسے رہ لیتی ہیں؟ اور غذا؟ سمندر کی اتنی گہرائی میں غذا حاصل کرنا بھی بہت مشکل ہوتا ہوگا۔'' عکاشہ نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔ ''ہاں ہاں بالکل ایسا ہی ہے۔ سمندر کی اتنی گہرائی میں غذا حاصل کرنا مشکل ہے۔ اس لیے یہ مچھلیاں عام طور پر ایسی خوراک حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں جو زیادہ وقت پیٹ میں رہ سکے۔ سمندر کی گہرائی میں مکمل اندھیرا ہوتا ہے۔ اس جگہ پائی جانے والی کچھ مچھلیاں تو اپنے جسم سے روشنی خارج کرتی ہیں تاکہ ایک دوسرے کو دیکھ سکیں۔'' ''اوہ روشنی خارج کرتی ہیں وہ کیسے؟'' بچوں کو حیرت ہوئی۔ ''کیوں حیرت کی کیا بات ہے۔ جگنو، جیلی فش وغیرہ بھی تو روشنی خارج کرتے ہیں۔ جگنو تو سب ہی نے چمکتے دیکھے ہیں۔''

''ہاں یہ تو ہے اسی طرح مچھلیوں کی بناوٹ بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔'' خزیمہ بولا۔ ''ہاں ہاں بالکل، کچھ چپٹی ہوتی ہیں کچھ تکونی کچھ لمبوتری اور کچھ گول کچھ بہت لمبی اور کچھ بہت چھوٹی۔ ایک مچھلی تو ایسی ہوتی ہے جس کا منہ بالکل گھوڑے کی طرح ہوتا ہے اور یہ دریائی گھوڑا کہلاتا ہے۔'' عکاشہ نے ہنس کر کہا پھر بولا ''میں نے سنا ہے مچھلیوں کی نظر بہت تیز ہوتی ہے۔''

''ٹھیک سنا ہے مچھلیوں کی نہ صرف نظر بہت تیز ہوتی ہے بلکہ ان کی سونگھنے کی صلاحیت بھی بہت اچھی ہوتی ہے۔''

''مچھلیوں میں سننے کی صلاحیت بھی ہوتی ہے۔'' خزیمہ بولا۔ ''اور بولنے کی۔'' عکاشہ نے فوراً پوچھا۔ ''آخر ان کو بولنے کی ضرورت بھی پڑتی ہوگی۔ ایک دوسرے کو خطرات سے خبردار کرنا یا کھانے پینے کی چیز کی طرف متوجہ کرنا۔'' بچے یہ سوال سن کر ہنسنے لگے۔ ''ہاں مچھلیاں آواز بھی پیدا کرتی ہیں کبھی یہ اپنے دانتوں کو کٹ کٹا کر آواز نکالتی ہیں اور کبھی اپنے پروں کو رگڑتی ہیں اور آواز پیدا کرتی ہیں اور یہ واقعتاً ایک دوسرے کو خطرات سے خبردار کرتی ہیں۔'' چچا جان نے فوراً کہا۔ ''کچھ مچھلیاں خطرات کے وقت اپنے آپس کو ایسا بنا لیتی ہیں کہ ان پر سمندری نباتات کا گمان ہوتا ہے۔ کچھ مچھلیاں بہت تیزی سے حرکت کرتی ہیں اور تیزی سے اِدھر اُدھر چھپ جانے میں کمال رکھتی ہیں۔۔۔۔''

''اور کچھ کرنٹ مار کر اپنے آپ کو بچاتی ہیں۔ ہم ایل مچھلی کے بارے میں سن ہی چکے ہیں۔'' عکاشہ نے ہنس کر کہا۔ ''اور کچھ مچھلیاں رنگ بدلنے میں ماہر ہوتی ہیں ریت پر مٹیالا رنگ نیلے پانی میں نیلا، پودوں کے پاس لال، چٹانوں کے پاس بھورا اور سرمئی رنگ۔'' خزیمہ بول ہی رہا تھا کہ امی کی آواز آئی وہ سب کو سونے کا کہہ رہی تھیں۔ بچے مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے وہ سوچ رہے تھے کہ اگر رات کو دیر سے سوئے تو صبح فجر میں کیسے بیدار ہو سکیں گے۔

لال پری کی واپسی

آمنہ بخاری

پریوں کے دیس میں لال پری کی آمد کی تیاریاں عروج پر تھیں۔ لال پری تمام پریوں کی دل عزیز ساتھی کئی سال پہلے زمین کی سیر کرتے ہوئے کہیں غائب ہو گئی تھی۔ خوش بو بردار چیونٹیوں کو اس کا پتا چلا، نہ ہی مخبر تتلیاں اس کا کچھ پتا لگا سکی تھیں۔ دوسری پریوں نے بھی تلاش کرنے کی بہت کوشش کی، لیکن کوئی بھی کامیاب نہ ہو سکی تھی۔

اب کئی برس بعد، چیونٹیوں نے لال پری کی خوش بو پالی تو مخبر تتلیوں نے بھی اُس کی پرستان آمد کی خبر سنا دی۔ سالوں بعد سارا پرستان خوشی سے جھوم اٹھا، پرستان کا مخصوص ہال برقی قمقموں سے سجایا جا رہا تھا۔ بجلی پری کی چھڑی چاروں طرف گھوم رہی تھی اور ہر طرف روشنیاں ہی روشنیاں بکھیرتی جا رہی تھی۔

سبز پری پودوں کو سجاتے ہوئے اُن کے اندر ہی چھُپ کر بیٹھ گئی تھی، تاکہ اطمینان سے اپنا میک اپ کر سکے۔ اُس پر ہمیشہ خوب صورت نظر آنے کی دُھن سوار رہتی تھی، جب کہ گلابی پری اس کے سامنے کھڑی ہوئی تھی اور پھولوں کی کاٹ چھانٹ کر رہی تھی۔ سفید پری وہاں کی رانی پری تھیں، وہ انتہائی ملنسار اور محبت کرنے والی پری تھیں۔ لال پری کے آنے کی خوشی میں انھوں نے ہی جشن کا اعلان کیا تھا، اب وہ اپنی سفید اور چمک دار بگھی پر بیٹھ کر جشن کے انتظامات دیکھنے آ رہی تھیں۔ چُلبلی پری ہمیشہ کی طرح آنکھوں میں شرارت سموئے جشن ہال میں آ نکلی تھی۔ چاکلیٹ کی شوقین چلبلی پری کے ہاتھ میں اب بھی چاکلیٹ کا پیکٹ تھا، جسے کھاتے ہوئے وہ وہاں آئی اور سب کو توجہ سے دیکھتے ہوئے آگے بڑھنے لگی۔ اس کے دماغ میں شرارتوں کے طوفان اٹھ رہے تھے، اس لیے اس کے گلابی ہونٹوں پر شریر مُسکان سجی تھی۔

”چُلبلی! یہاں مت آؤ۔“ بجلی پری نے جیسے ہی اُسے وہاں آتے ہوئے دیکھا، فوراً آواز لگائی۔

”کیوں کیوں؟ میں کیوں نہ آؤں؟“ چُلبلی نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا اور جواب طلب نظروں سے دیکھنے لگی۔

”رانی پری نے سخت تاکید کی ہے کہ تمھیں جشن ہال کے پاس پھٹکنے بھی نہ دیا جائے۔ وہ یہاں پہنچنے ہی والی ہوں گی، تم بھاگو یہاں سے۔“ بجلی پری کی جگہ گلابی پری نے مسکراتے ہوئے اس کو رانی پری کا حکم سنایا۔

”اے گلابو! زیادہ پھیلو مت، میں یہیں رہوں گی سمجھیں!“ چُلبلی نے غصّے میں چاکلیٹ کا پیکٹ اس کی طرف پھینکتے ہوئے جواب دیا۔ گلابی پری اس کے وار سے بچنے کے لیے نیچے جھک گئی، جب کہ چاکلیٹ سیدھا جا کر سبز پری کے سر میں لگا تھا۔

”ہئے۔۔۔۔۔۔ اللہ جی یہ کیا ہوا؟“ سبز پری چلّاتے ہوئے پودوں سے باہر نکلی، اس کے سارے بالوں پر چاکلیٹ لگ چکا تھا اور سارے کپڑے بھی خراب ہو چکے تھے۔ چُلبلی نے اس کی یہ حالت دیکھی تو ہنسنے لگی، باقی سب پریاں بھی اپنی ہنسی نہ روک سکیں۔ سبز پری نے چھڑی گھما کر چُلبلی کے سر پر ایک پودا اگا دیا، لیکن وہ اس بات سے بے خبر تھی جب کہ سبز پری سمیت باقی پریاں اب اُس کی طرف دیکھ کر ہنس رہی تھیں۔ چُلبلی کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تو اُس نے اپنی چھڑی سے آئینہ بنایا اور اپنے آپ کو دیکھا۔ اپنے سر پر اگا پودا دیکھ کر اس کا غصّہ ساتویں آسمان پر جا پہنچا۔

”بہت ہنسی آ رہی ہے تم سب کو؟ یہ لو۔“ اُس نے جلدی سے کیک بنایا اور چاروں طرف چھڑی کو گھماتے ہوئے سب پریوں کو کیک سے نہلا دیا اور اُن سب پر ہنسنے لگیں۔

”ارے ارے یہ کیا ہو رہا ہے مجھے؟“ وہ ہنستے ہنستے ایک دم چلّانے لگی۔ رانی پری کی بگھی آ پہنچی تھی۔ انوں نے چُلبلی کی شرارت دیکھ لی، اس لیے اسے جادوئی رسیوں میں جکڑ دیا تھا۔ بگھی کے نیچے آتے ہی رانی پری اُتریں اور تمام پریاں ان کی طرف چلی گئیں۔

”آداب، قبول رانی پری!“ تمام پریوں نے جھک کر ان کو استقبالیہ جملے کہے۔ پہلے پہل تو انھیں دیکھ کر رانی پری بھی مسکرا دیں اور ان سب کا حلیہ درست کیا۔ ”تم بہت شرارتی ہو گئی ہو چُلبلی، کسی کا لحاظ نہیں کرتیں۔“

رانی پری اب چُلبلی کی طرف متوجہ ہوئیں اور کہنا شروع کیا تو اُس نے سر جھکا لیا۔ انوقں نے اپنی سفید چھڑی کا اشارہ اُس کی طرف کیا تو اس کے پر جھڑتے چلے گئے۔ چُلبلی نے سر اٹھا کر بہت امید سے سب پریوں کی طرف دیکھا، لیکن آج کسی نے اس کی مدد نہیں کی کیوں کہ اگر کوئی اس کی سفارش کر دیتا تب بھی وہ کسی کا احسان نہیں مانتی تھی۔

”چُلبلی! اب تمھیں ایک مہینے تک پروں اور ہر طاقت کے بغیر رہنا ہو گا! اور پرستان کے ہر اہم کام میں حصہ لینا ہو گا۔“

رانی پری نے رعب دار آواز میں کہا تو کسی پری نے کچھ بولنے کی ہمت نہ کی اور چُلبلی نے روہانسی ہو کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

*****

پرستان میں ہر طرف مبارک سلامت کا شور ہونے لگا۔ رانی پری تخت پر بیٹھی تھیں۔ چھوٹی پریوں کے ساتھ ساتھ چلبلی بھی کٹے ہوئے پروں کے ساتھ تخت کے قریب کھڑی تھی۔ تمام پریاں اڑ کر اوپر چلی گئیں اور دائرہ بنا کر اپنے مخصوص انداز میں لال پری کا استقبال کیا، لیکن چلبلی اب تک لال پری کو نہ دیکھ سکی تھی۔ آج اسے خود پر غصہ آ رہا تھا۔

”خوش آمدید لال پری!“ تمام پریوں نے اپنے پر پھیلا کر لال پری پر پھول نچھاور کیے۔ اُس نے تمام سہیلیوں کا شکریہ ادا کیا اور رانی پری سے گلے ملی۔ تخت کے ساتھ بنی کُرسی جو خاص طور پر لال پری کے لیے بنائی گئی تھی، وہ اس پر بیٹھ گئی اور جشن شروع ہو گیا۔ چلبلی کے علاوہ پرستان کے ہر فرد نے دلی طور پر خوشی کا مزہ لیا اور اگلے دن جشن کا اختتام ہوا۔ دو دن بعد پرستان میں ایک تقریب کا اعلان ہوا، جہاں لال پری نے پرستان سے دور زمین پر گزرے سالوں کی کہانی بیان کرنا تھی۔ سب اُس کہانی کو سننے کے لیے بے تاب تھے۔ پرستان میں تقریب کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔

چلبلی پری چاہ کر بھی کوئی شرارت نہیں کر سکتی تھی، کیوں کہ رانی پری نے اپنی سمجھ داری سے اُسے ہی نگران مقرر کیا تھا۔ اس بار وہ دوسروں کی غلطیوں پر انہیں زسمجھا رہی تھی کہ اگر کچھ بھی غلط ہوتا تو اُسے ہی ڈانٹ پڑتی۔ تقریب کا وقت آ پہنچا تھا، سب نے اپنی اپنی جگہ سنبھالی۔

”آداب رانی پری! اور آداب پرستان کے پیارے ساتھیو! میں ساتھی پریوں کے ساتھ زمین کی سیر کو گئی تھی۔ وہ بہت خوب صورت پیڑ پودوں، ندیوں، سمندروں اور پہاڑوں سے سجی خوب صورت جگہ تھی، میں ان حسین مناظر میں کھو گئی کہ اچانک اندھیرا پھیل گیا۔ مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا، سب سہیلیوں کو آوازیں دیں، لیکن شاید کسی کو میری آواز سنائی نہیں دی۔“ لال پری نے اپنی کہانی بیان کرنا شروع کی تو سب دم سادھے اس کی بات سن رہے تھے۔

”ہر طرف اندھیرا تھا، کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ مجھے لگا میں کسی گھٹن زدہ جگہ پر آ گئی ہوں، پھر ایک دم روشنی ہونے لگی جو آگ کی روشنی تھی۔ اُس روشنی کی وجہ سے مجھے پتا چلا کہ میں شیشے کے کسی مرتبان میں قید ہوں اور آگ لے کر آنے والا خوف ناک دیو تھا، جس نے مجھے ایک غار میں رکھا ہوا تھا۔“

یہ سب بتاتے ہوئے لال پری کا حلق خشک ہو گیا، اس نے جادوئی چھڑی کی مدد سے پانی بنا کر پیا۔ سب نے اُس کی حالت دیکھ کر تھوک نگلے۔

”وہ شیطانی دیو تھا اور روز کچھ منتر پڑھ کر میرے مرتبان کی طرف آگ پھینکتا تھا۔ مجھے ہر روز تکلیف اٹھانا پڑتی تھی، لیکن میں کچھ نہیں کر سکتی تھی۔“

لال پری نے بات کو آگے بڑھایا تو ڈھیروں آنسو اس کی آنکھوں کی باڑ پھلانگ کر گالوں تک آ گئے۔ چلبلی پری بہت توجہ اور محبت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”ایک دن شیطانی دیو غار سے باہر تھا۔ بہت تیز آندھی چلی اور اندھیرا چھانے لگا۔ اچانک میں نے کسی کو غار میں داخل ہوتے دیکھا۔ وہ شیطانی دیو نہیں تھا، وہ کوئی انسان تھا اور میرے مرتبان کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ میں نے بہت آوازیں دیں، لیکن اس تک میری آواز نہیں پہنچ رہی تھی۔ کچھ ہی دیر میں شیطانی دیو آگ لے کر غار میں داخل ہوا اور بہت خوف ناک آوازیں نکال رہا تھا۔ مجھے لگا آج یہ انسان بھی میری طرح قید ہو جائے گا، لیکن وہ ہوا جس کے بارے میں، میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔“ اب لال پری خود کو سنبھال چکی تھی اور آخری بات پر مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کیا۔ پرستان میں موجود سب لوگوں نے بھی سکون کا سانس لیا۔

”اس انسان نے کانپتے ہوئے کچھ پڑھنا شروع کر دیا، اس کے چہرے سے لگ رہا تھا کہ وہ شیطانی دیو سے بہت زیادہ ڈر رہا ہے، لیکن پھر بھی وہ پڑھے جا رہا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے شیطانی دیو کو آگ نے پکڑ لیا۔ اب وہ انسان زیادہ پُرجوش ہو کر پڑھنے لگا تھا۔ جیسے ہی شیطانی دیو جل کر راکھ ہوا، وہ انسان وہاں سے بھاگ گیا۔ کچھ ہی دیر میں، میرا مرتبان خود بخود ٹوٹ گیا اور میں آزاد ہو گئی۔“ اُس نے کہانی مکمل کر لی تو سارے پرستان میں خوشیوں کے نعرے لگنے شروع ہو گئے۔ رانی پری نے مخصوص طریقے سے اپنی چھڑی اٹھا کر سب کو خاموش کرایا تھا۔

”کیسا منتر تھا لال پری؟ کیا آپ کو کچھ یاد ہے؟“ رانی پری نے تجسّس سے سوال کیا تھا، کیوں کہ ان کے یا پرستان کے کسی فرد کا جادو کام نہ آ سکا تھا اور لال پری قید ہو کر رہ گئی تھی۔

”مجھے کچھ یاد نہیں رانی پری! اس وقت مجھے اس انسان کی جان کی فکر ہو رہی تھی، بعد میں شیطانی دیو کے مرنے اور اپنے آزاد ہونے کی خوشی۔“ لال پری نے سچائی پر مبنی جذبات رانی پری کے گوش گزار کیے۔

”اُس انسان کو نیکی کا انعام ضرور ملنا چاہیے۔“ چلبلی پری نے جوش سے کہا اور رانی پری کو اپنی طرف دیکھتا پا کر اپنے دونوں ہاتھوں سے منہ بند کیا۔

”لال پری! آپ خوش بو بردار چیونٹیوں کو اُس انسان کی خوشبو دیجیے، تاکہ وہ اُس انسان کو تلاش کر کے ہمیں خبر کر سکیں۔“

رانی پری نے حکم دیا تو خوش بو بردار چیونٹیوں کی فوج لال پری کی طرف آ گئی۔ اُس نے ایک چیونٹی کو چھڑی پر رکھ کر اسے غار میں پہنچایا، چیونٹی نے خوش بو پا لی تو اسے واپس بلایا۔ اب تمام چیونٹیاں منہ لگا کر خوش بو حاصل کر رہی تھیں، کچھ دیر بعد وہ مخبر تتلیوں کو پیغام دے کر اپنے بل میں واپس جا رہی تھیں۔ مخبر تتلیوں کی آنکھوں میں اُس انسان کا عکس آ چکا تھا۔ رانی پری نے چھڑی کی مدد سے وہ عکس نکال کر جادوئی پردے پر ڈالا اور کچھ منٹ میں وہ انسان پرستان میں موجود تھا۔ پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ایک عام سا انسان جسے دیکھ کر پرستان کا ہر فرد بہت خوش ہو رہا تھا، کیوں کہ اُس کی وجہ سے لال پری آزاد ہوئی تھی۔

”پرستان میں خوش آمدید نیک دل انسان!“ رانی پری نے کہا تو وہ اس انوکھے دیس کو دیکھ کر ڈر گیا۔

”مم۔۔۔ میں۔۔۔ ک۔۔۔ کہاں۔۔۔ ہوں؟ مم۔۔۔ مجھے۔۔۔ چھ۔۔۔ چھوڑ دو۔“ اُس نے خوف کے مارے اتنا کہہ کر ہاتھ جوڑے تو اس پر پھولوں کی بارش ہونے لگی۔ ”یا اللہ! یہ کیا ماجرا ہے؟“ وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔

”آپ نے ہماری عزیز سہیلی لال پری کو آزاد کرایا ہے، اس لیے ہم آپ کو انعام دینا چاہتے ہیں۔“ تمام پریوں نے یہ کہتے ہی اسے ایک تخت پر بٹھا دیا، وہ خوف اور خوشی کے ملے جلے تاثرات سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

”لال پری ایک غار میں موجود شیطانی دیو کی قید میں تھی اور آپ نے ایک طوفانی رات میں وہاں پہنچ کر کچھ پڑھا، جس سے شیطانی دیو مر گیا اور لال پری آزاد ہو گئی۔“ رانی پری نے مختصراً ساری بات بتائی۔

”شیطانی دیو جل گیا تھا، ہاں مجھے یاد ہے، لیکن میں نے کوئی منتر نہیں پڑھا تھا۔“ اُس نے جواب دیا تو تمام پریاں حیرانی سے لال پری کی طرف دیکھنے لگیں۔ ”آپ کچھ پڑھ رہے تھے، میں نے خود دیکھا اور سُنا تھا۔“ لال پری نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی بات پر زور ڈالا۔ ”وہ۔۔۔ وہ میں آیت الکرسی پڑھ رہا تھا۔“ یاد آنے پر اُس نے اقرار کیا۔

”وہ ایک بار پڑھ کر سنایئے، تاکہ ہم سب اسے یاد کر سکیں، آئندہ شیطانی دیوؤں اور جنوں سے محفوظ رہ سکیں۔“ رانی پری نے اُس سے کہا تو اُس نے بلند آواز میں آیت الکرسی پڑھی جو پرستان کے ہر فرد کو یاد ہو گئی۔ اُس انسان کو بہت سے انعامات دے کر پرستان سے رُخصت کیا گیا اور چلبلی سمیت سب نے جان لیا تھا کہ برائی کا برا انجام اور اچھائی کا ہمیشہ اچھا بدلہ ملتا ہے۔ اب پرستان میں چلبلی کی بے ضرر شرارتوں سمیت ڈھیروں خوشیاں لوٹ آئی تھیں۔

انوکھا مشن

محمد احمد رضا انصاری

اس کے سامنے نئے رنگ برنگ کپڑوں کے ڈھیر لگے تھے۔ دکان دار شاید پوری دکان کے سوٹ اس کے سامنے بچھا دینا چاہتا تھا۔ وہ یکے بعد دیگرے کئی تھان کھول کھول کر اس کے سامنے رکھتا چلا جا رہا تھا۔۔ حیام صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے کپڑوں کو باری باری ہاتھوں میں لے کر ان کی کوالٹی چیک کر رہا تھا۔ اس نے کچھ دیر بعد دس سوٹ پسند کر لیے تھے۔ دکان دار نے اس کے منتخب کیے سوٹ کاٹے اور پانچ پانچ جوڑے ایک ایک شاپنگ بیگ میں ڈال کر حیام کے سامنے رکھ دیے۔۔۔ حیام طمانیت سے مسکرایا اور جیب سے اپنا پھولا ہوا بٹوا نکال کر کو پیسے ادا کرنے لگا۔ کپڑے لے کر وہ اس شاپنگ مال کی اگلی دکان کی طرف بڑھا۔ وہ آج عید کی شاپنگ کرنے نکلا ہوا تھا۔۔ جوتوں کی دکان سے اس نے تین جوڑیاں جوتوں کی خریدیں۔ ایک چھوٹے بھائی حاذق کی اور دو اپنی۔ حاذق کے لیے اس نے ایک دیدہ زیب گھڑی، مہنگے چشمے بھی لیے تھے۔ اماں کے لیے سوٹ اور جوتے وہ پہلے ہی خرید چکا تھا۔ شاپنگ مکمل کر کے وہ مال سے باہر نکلا اور پارکنگ میں کھڑی اپنی ہنڈا سوک کی طرف چل دیا۔ گاڑی سے چند قدم دور حیام کو اچانک ایک جھٹکا سا لگا۔ یوں لگا جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ زمین تھر تھر کانپنے لگی تھی۔۔ وہ لہرایا اور زمین پر اوندھے منہ گرتا چلا گیا۔ سارے شاپنگ بیگ فرش پر بکھر گئے تھے۔۔۔

"کس سوچ میں گم ہے کم بخت۔۔ جلدی جلدی ہاتھ چلا۔۔ دیکھ نہیں رہے 'دکان پر گاہکوں کا کتنا رش ہے۔۔" استاد نے دو ہتھڑ حیام کی پشت پر مارے تھے۔ وہ ہڑبڑا کر اپنے خیالوں سے باہر نکل آیا۔ کپڑے، جوتے اور دوسرا سامان گاڑی سمیت جانے کہاں گم ہو گیا تھا۔ اب اس کے سامنے درجنوں استعمال شدہ گندے کپ پڑے تھے۔ جنہیں دھوتے دھوتے وہ اپنے خیالات کے سمندر میں اتر گیا تھا۔ شکر تھا کہ استاد کے تھپڑ اسے واپس کھینچ لائے ورنہ جانے کب تک وہ اپنے سنہری خوابوں میں کھویا رہتا۔۔۔ استاد واپس چائے بنانے چلا گیا تھا۔ حیام نے سر جھٹکا اور تیز تیز ہاتھ چلا کر کپ دھونے لگا۔۔۔ تھوڑی دیر بعد سارے کپ دھل چکے تھے۔ حیام نے انہیں ان کی مخصوص ٹیبل پر ترتیب سے رکھا اور دکان میں بیٹھے گاہکوں کی میزوں پر چائے بسکٹ پہنچانے لگا۔ صبح سے شام تک وہ یہی کام کرتا تھا۔ رمضان المبارک میں استاد دکان کے آگے قناتیں لگا دیتا تھا تاکہ رمضان کا احترام بھی رہے اور پولیس والے بھی اسے تنگ نہ کریں۔ رات کو دس بجے دکان بند ہوئی اور استاد نے اس کے دن بھر کی اجرت تین سو روپے اس کی سمت بڑھا دیے۔

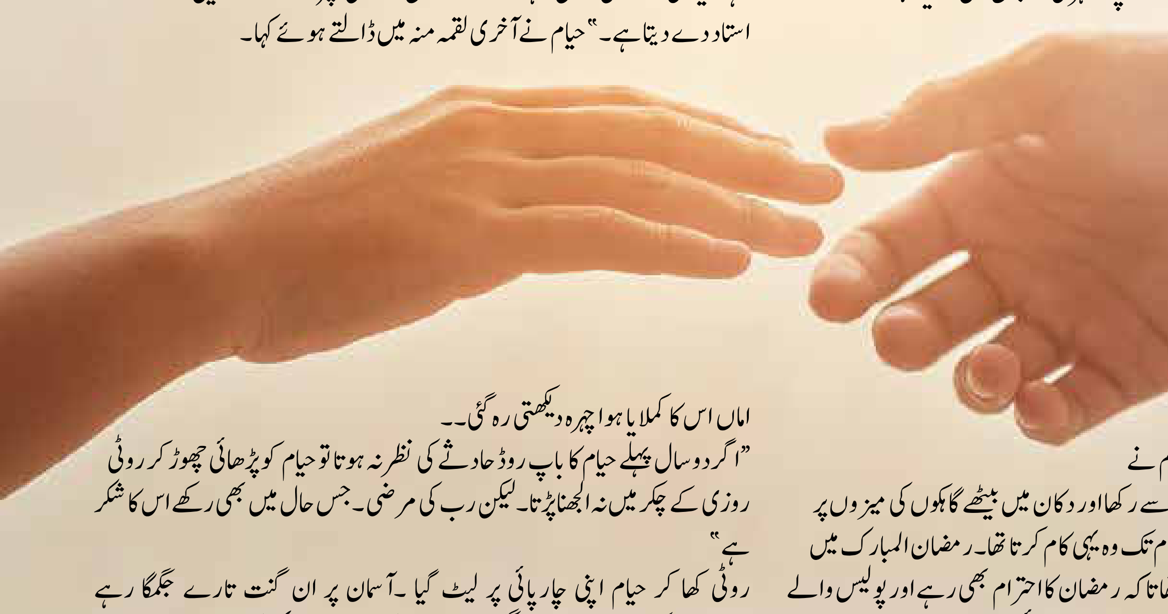

حیام اپنی مزدوری لے کر دن بھر کی تھکن بھول گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ستارے سے جھلملا اٹھے تھے۔ استاد کو سلام کر کے وہ اپنے گھر کی طرف چل دیا۔ اس کا گھر ایک مضافاتی پس ماندہ بستی میں تھا۔ اپنی گلی میں داخل ہوتے ہی اس کا استقبال اندھیرے نے کیا تھا اپنے گھر کے سامنے وہ رک گیا۔۔۔ بوسیدہ دروازہ بند تھا۔ دستک کے جواب میں فورا دروازہ کھلا۔ اماں شاید دروازے کے قریب ہی ٹہل رہی تھی۔ ہر روز وہ بے چینی سے حیام کے واپس لوٹنے کا انتظار صحن میں چکراتے ہوئے کرتی رہتی تھی۔ دروازہ کھلنے پر اماں کی صورت نظر آئی۔ اس کی آنکھوں میں انتظار کی کیفیت نمایاں تھی۔ "آ گیا میرا شہزادہ۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"ہاں۔۔ اماں۔ اور دیکھ مجھے شہزادہ مت کہا کر۔ شہزادے ایسی زندگی تھوڑی گزارتے ہیں بھلا۔" حیام تلخی سے مسکرایا۔

"چلو، اچھا! منہ ہاتھ دھو کر آ جاؤ میں کھانا گرم کرتی ہوں" اماں نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

حیام کچے صحن میں داخل ہوا اور بائیں طرف غسل خانے میں گھس گیا۔ مختصر سے صحن کے بعد ایک اکلوتا کمرہ تھا۔ کمرے سے آگے ایک چھپر بنا ہوا تھا۔ جو سردیوں میں باورچی خانے اور گرمیوں میں برآمدے کا کام دیتا تھا۔۔۔ صحن میں تین چارپائیاں بچھی تھیں۔ اور ایک بہت پرانا پنکھا گھوں گھوں کی آواز نکالتا چل رہا تھا۔ اس کی ہوا مشکل سے آخری چارپائی تک پہنچتی تھی۔ اماں نے روٹی لا کر رکھ دی تھی۔ حیام منہ پونچھ کر آیا اور کھانا کھانے بیٹھ گیا۔ لقمہ توڑنے سے قبل اس نے پیسے جیب سے نکالے اور اماں کی سمت بڑھا دیے۔ اماں نے پیسے لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

"حاذق سو گیا اماں؟ روٹی کھاتے حیام نے دوسری چارپائی کی طرف اشارہ کیا جس پر کوئی چادر تانے لیٹا تھا۔

"ہاں۔ سو گیا ہے۔ آج بھی ضد کرتا رہا کہ اس عید پر مجھے لازمی نئے کپڑے اور جوتے دلائے جائیں۔" اماں نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"اماں! تو فکر نہ کر! میں استاد سے کہوں گا کہ کچھ پیسے ادھار دے دے تاکہ ہم عید سے پہلے تیاری کر سکیں۔ بس تمہارے اور حاذق کے ہی کپڑے جوتے آئیں گے۔ مجھے تو استاد دے دیتا ہے۔" حیام نے آخری لقمہ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

اماں اس کا کملایا ہوا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔۔

"اگر دو سال پہلے حیام کا باپ روڈ حادثے کی نظر نہ ہوتا تو حیام کو پڑھائی چھوڑ کر روٹی روزی کے چکر میں نہ الجھنا پڑتا۔ لیکن رب کی مرضی۔ جس حال میں بھی رکھے اس کا شکر ہے۔"

روٹی کھا کر حیام اپنی چارپائی پر لیٹ گیا۔ آسمان پر ان گنت تارے جگمگا رہے تھے۔ حیام کو یہ منظر بہت بھلا لگتا تھا۔ اس کا دل چاہتا کہ وہ بھی آسمان پر چلا جائے اور ایک چمکتا ستارہ بن جائے۔ حیام اپنی اس بے وقوفانہ سوچ پر مسکرا دیتا۔۔ تھوڑی دیر آسمان کو تکتے تکتے نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔

***

شہر کی مہنگی ترین کالونی میں بنا وہ ایک تین منزلہ گھر تھا، جسے دیکھ کر محسوس ہوتا کہ اس

کی تعمیر اور آرائش پر پیسا پانی کی طرح بہایا گیا ہے۔ گھر کے وسیع و عریض ڈرائنگ روم میں تھری پیس زیب تن کیے ایک چالیس بیالیس سالہ خوش شکل شخص بے چینی سے ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔۔۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ اپنے ہاتھ پر بندھی ڈائمنڈ والی گھڑی پر وقت بھی دیکھ لیتا تھا۔اسے کسی کی کا بے صبری سے انتظار تھا۔

چند لمحوں بعد دروازے پر آہٹ ہوئی اور ایک پچاس پچپن سال کا باریش آدمی اندر آیا۔۔۔"سلام صاب۔۔۔"

"وعلیکم السلام ۔۔۔شیر داد ! کہاں رہ گئے تھے ہم کب سے راہ تک رہا ہوں۔" سلیم ہمدانی جلدی سے بولے۔

"معافی چاہتا ہوں صاب جی۔دراصل راستے میں گاڑی پنکچر ہوگئی تھی۔" نووارد شخص نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا

"اچھا چھوڑو یہ بتاؤ جس کام کا ذمہ تمہیں دیا تھا 'وہ پورا ہوا یا نہیں۔؟" سلیم ہمدانی ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولے۔۔

" بالکل صاب جی۔آپ کا کام کر کے ہی آرہا ہوں۔اس کی ساری ریکی کر چکا ہوں۔بندہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا آپ چاہتے تھے۔" وہ اب سلیم ہمدانی کے اشارے پر اس کے سامنے دوسرے صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔

" یہ بتاؤ کوئی دو نمبری تو نہیں اس بار۔۔۔؟"

"نہیں ۔۔نہیں صاب۔پندرہ دن سے مسلسل اس بندے کو فالو کر رہا ہوں۔" شیر داد نے زور و شور سے نفی میں سر ہلا کر کہا

"گڈ۔تم مجھے اس کا ایڈریس وغیرہ بتادو۔۔۔شام کو افطاری کے بعد ہم نے اس کے گھر جانا ہے۔تم ضروری تیاری کر لینا۔" سلیم ہمدانی کے چہرے پر ایک پراسرار مسکراہٹ تھی۔

"آپ فکر نہ کریں صاب۔میں تیاری کر لوں گا۔مجھے خوشی ہے کہ آپ اس مشن میں کامیاب رہے۔۔" شیر داد نے بھی دانتوں کی نمائش کی۔۔۔

" یہ طریقہ بھی تم نے ہی بتایا تھا کہ خفیہ طور پر بندوں کی نگرانی کی جائے اور ان کی ریکی کر کے ساری معلومات معلوم کی جائیں۔ورنہ پہلے میں کئی بار دو نمبر لوگوں کے ہاتھوں دھوکا کھا چکا ہوں۔۔" سلیم ہمدانی نے اس کو تعریفی نظروں سے دیکھا اور پھر وہ اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گئے۔۔

* * *

چلتے ہوئے زمین نے اچانک حرکت کی اور حیام فوراً دھڑام کی آواز سے زمین بوس ہوگیا۔۔۔پاؤں پھسلنے سے اس کا ٹخنہ مڑ گیا تھا اور اس کے ہاتھوں میں چائے کے درجن بھر کپوں سے بھری ٹرے بھی چھناکے کے ساتھ فرش پر آگری تھی۔۔۔ گرما گرم چائے حیام کے ہاتھوں اور پاؤں کو جلاتی چلی گئی تھی۔دکان میں بیٹھے گاہک اور استاد کپ ٹوٹنے کی آوازیں سن کر اس کی طرف متوجہ ہوگئے تھے۔۔۔ناقابل بیان تکلیف کی وجہ سے حیام کے منہ سے سسکیاں اور کراہیں نکلنے لگی تھیں۔کچھ لوگ جلدی سے اٹھ کر حیام کو اٹھانے کے لیے بڑھے۔فرش پر چائے کی ندی اور ٹوٹے کپوں کو دیکھ کر استاد چیل کی طرح حیام کی طرف بڑھا اور اس پر تھپڑوں کی بارش کر دی۔حیام پہلے ہی درد کی وجہ سے سسکیاں بھر رہا تھا۔۔استاد کی مار نے مرے پر سو درے والا کام کیا اور وہ نیم جان سا ہوگیا۔۔۔لوگ استاد کو روکنے لگے کہ بچے کو مزید مت مارو۔یہ نہ ہو اسے کوئی شدید چوٹ پہنچ جائے۔

"اس منحوس کے ہاتھوں میں ذرا بھی جان نہیں ہے۔روز کوئی نہ کوئی نقصان کر دیتا ہے۔۔آج پورے چھ سو روپے مٹی میں ملا دیے اس کم بخت نے۔۔۔میں آج اسے نہیں چھوڑوں گا۔ایسا سبق سکھاؤں گا کہ زندگی بھر یاد رہے گا منحوس مارے کو۔۔۔چھوڑو مجھے "استاد منہ سے جھاگ اڑاتا ہوا بار بار حیام کی طرف جھپٹ رہا تھا۔۔گاہکوں نے بڑی مشکل سے اسے قابو کیا اور سمجھا بجھا کر سائیڈ پر لے گئے تھے۔کچھ بندوں نے زخمی حیام کو اٹھایا اور ایک کرسی پر بٹھا دیا۔۔۔

"اس حرام خور کو نکالو میری دکان سے۔میں اسے مزید برداشت نہیں کر سکتا" استاد دوبارہ چلا اٹھا

حیام اپنی جگہ سے اٹھا اور لنگڑاتا ہوا دکان سے باہر نکل گیا۔۔سارے راستے وہ روتا رہا۔اپنی جسمانی تکلیف سے زیادہ درد اسے اپنے خوابوں کے ٹوٹنے کا ہو رہا تھا۔۔اپنے بھائی سے کیے وعدے وہ اب کیسے پورے کرے گا۔۔۔عید کی تیاری اب کیسے ہوگی۔۔۔عید آنے میں بس چھ دن باقی رہ گئے تھے۔۔۔تین سو روپے یومیہ سے جو گھر کا چولہا جلتا تھا وہ بھی اب بجھنے پر آگیا تھا۔۔۔

اماں اسے بے وقت اور زخمی حالت میں دیکھ کر بہت پریشان ہوئی۔۔حیام نے مختصر الفاظ میں ساری بات اماں کو سنا دی۔۔۔نم آنکھیں صاف کرتی اماں نے استاد کو خوب کوسا جس نے اس کے بچے کو روئی کی طرح دھنک کر رکھ دیا تھا۔۔اماں نے چائے سے جلی جلد پر ٹوتھ پیسٹ کا لیپ کیا اور ٹخنے پر تیل گرم کر کے لگایا اور ٹخنے کی گرم کپڑے سے سکھائی بھی کی۔۔۔پھر گرم دودھ میں ہلدی ڈال کر حیام کو پلا دیا۔۔۔۔حیام کو درد میں کمی کا احساس ہوا۔۔۔رات دیر تک گھر کے تینوں نفوس اداس چہروں کے ساتھ اپنی اپنی سوچوں میں گم لیٹے ہوئے تھے۔۔۔تراویح کے بعد دس بجے اچانک دروازے پر کسی نے دستک دی۔۔۔وہ چونک اٹھے۔۔۔اماں نے چپل پہنی اور دروازے کی طرف بڑھی۔۔

"کون ہے۔۔۔؟

"دروازہ کھولیں بی بی۔۔۔آپ کے لیے کچھ سامان آیا ہے۔۔" باہر سے ایک اجنبی آواز سنائی دی۔۔۔حاذق اور حیام بھی آواز سن کر اٹھ بیٹھے۔حاذق دروازے پر آیا اور کنڈی کھول کر باہر نکلا۔۔۔باہر گلی میں ایک لمبی سی کار کھڑی تھی۔گاڑی سے باہر ایک سوٹ بوٹ والا آدمی اور ایک ڈرائیور کھڑا ہوا تھا۔۔دروازہ ڈرائیور نے ہی بجایا تھا۔۔۔

اماں نے دوپٹے کا نقاب کیا اور باہر جھانک کر بولی۔۔۔

"بھائی آپ کون ہیں۔۔اور سامان کس نے بھیجا ہے؟

تھری پیس والا آگے آیا اور بولا۔۔۔

"بہن جی۔۔۔میں سلیم ہمدانی ہوں۔۔۔ہمدانی گروپ آف انڈسٹریز کا مالک۔۔۔میں آپ لوگوں سے بخوبی واقف ہوں۔آپ کے شوہر نے کچھ عرصہ ہماری ایک فیکٹری میں کام کیا تھا۔ہر رمضان المبارک ہم مستحق لوگوں میں راشن 'کپڑے اور رقم تقسیم کرتے ہیں۔۔۔یہ رہا آپ کا حصہ" سلیم ہمدانی نے شیر داد کو اشارہ کیا۔۔۔شیر داد نے گاڑی کی ڈگی سے بڑے بڑے چند کپڑے کے تھیلے نکالے اور ان کے صحن میں لا رکھے۔حیام اپنی چارپائی پر بیٹھا حیران و پریشان یہ منظر دیکھ رہا تھا۔۔۔جاتے جاتے سوٹ والے آدمی نے ایک بھاری لفافہ اماں کے ہاتھ میں دیا اور بولے "آپ اپنے بچوں کو اطمینان سے اسکول میں پڑھائیں۔خرچے کی فکر مت کیجئے گا۔میرا یہ آدمی آپ کو ہر ماہ ایک معقول رقم دے جایا کرے گا۔۔۔بس ہمیں اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیے گا" ان کے جاتے ہی اماں کسی روبوٹ کی طرح چلتی اندر آگئی۔حاذق تھیلے کھول کھول کر چیزیں چارپائی پر جمع کر رہا تھا۔اس کا چہرہ خوشی سے انار کے پھول کی طرح کھلا ہوا تھا۔۔۔کچھ دیر پہلے کی ساری فکریں 'ساری پریشانیاں ہوا کے دوش پر تیرتی ان کی زندگیوں سے دور جا چکی تھیں۔

Classic
Authentic Quality Product
Fresh Every Day.. The Classic Way!
A Healthy start!
Classic Bread is Baked with the goodness of Nature..
Classic
Authentic Quality Product
Mini
Bread
Fresh Every Day
The Classic Way

رائی کا پہاڑ

ڈاکٹر الماس روحی

سورج نکل آیا ہے۔ یہ موسم خزاں کی ایک صبح ہے۔ خاندان کا ہر شخص ناشتے سے فارغ ہو چکا ہے۔ ابو بائی سائیکل پر امدادِ باہمی کے دفتر جا رہے ہیں۔ اس کے بعد مرغیوں کے فارم جائیں گے۔ امی جان مدرسے جانے کی تیاری کر رہی ہیں۔ وہ مدرسے میں لڑکیوں کو قرآن شریف پڑھاتی ہیں۔ امی جان بولیں : ”عاشی ! پہلے چاول چھان لو اور دیکھو مرغیوں اور بطخوں کو خوراک دینا نہ بھولنا۔ آحل ! تم کیاری میں لگی سبزیوں کو پانی دینا پھر اپنا سبق یاد کر کے اسکول جانا۔“

”جی ضرور امی جان ! ہم سارے کام کر لیں گے۔“ آحل اور عاشی ایک ساتھ بولے۔ امی جان مسکرا دیں۔ ”شاباش“۔ دادا جان باغ میں ایک درخت کی بڑھتی ہوئی شاخ تراش رہے ہیں۔ ننّھا سیف انہیں ہی دیکھ رہا ہے۔ دادا جان اسّی سال کے ہیں۔ دادی جان جو ناشتے کے بعد پٹاری لیے پان بنا رہی ہیں۔ وہ پچھتّر سال کی ہیں، لیکن اب بھی خوب چاق و چوبند ہیں۔ جب گھر سے سب لوگ باہر چلے جاتے ہیں تو دادا جان پھولوں، پودوں اور درختوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور دادی جان ملازمہ سے گھر کی صفائی کرواتی ہیں اور ننّھے سیف کی دیکھ بھال بھی کرتی ہیں۔ رات کو دادا جان کھانا کھاتے ہوئے ابو جان سے کہہ رہے تھے۔ ”بیٹا ! اس سال آم کی فصل بہت اچھی ہو گی۔ کچھ آم بیچ کر گھر کے لیے برتن اور کوئی ضروری سامان خرید لینا“۔ ”جی ابا جان ! ضرور رمضان اور پھر عید قریب ہی ہیں۔ سامان کی تو ضرورت ہے“۔ ابو جان نے دادا جان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ امی جان بولیں۔ ”مدرسے اس مرتبہ جو مجھے تنخواہ ملے گی، اس میں بچوں کے لیے نئے کپڑے خرید لوں گی۔ ”دادی جان بولیں“۔ ”ہاں بہو، ضرور عید کے اچھے اچھے کپڑے بنانا کچھ میرے پاس پیسے پڑے ہیں۔ وہ بھی مجھ سے لے لینا۔ بچے نئے کپڑوں کا سن کر خوش ہو گئے تھے۔ اچانک کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ کھٹ کھٹ کھٹ دادی جان نے حیرت سے دیکھا۔ بچے اپنے بستے لیے اسکول سے واپس آ گئے۔ امی جان بھی پریشان مدرسے سے گھر پہنچی۔ تھوڑی دیر بعد ابو جان بھی دفتر سے نڈھال گھر لوٹ آئے۔ ”سب کچھ بند کر دیا گیا ہے، کئی ہفتوں کی چھٹی کر دی گئی ہے۔“ ”ابو جان نے بتایا۔“ ”مگر کیوں؟“ دادا جان نے حیرت سے پوچھا۔ کرونا وائرس پھیل رہا ہے، جس کی وجہ سے سب بند کر دیا گیا ہے۔

”دادا جان اور دادی جان حیران ان کا منہ تک رہے تھے۔ ”یہ کس بلا کا نام ہے؟“ دادی جان نے بیٹھتے ہوئے غصے سے کہا۔ ”اماں جان یہ وبا ہے جو دوسرے ملکوں سے پاکستان میں بھی آ گئی ہے۔ اس مہلک مرض نے پوری دنیا کو لپیٹ میں لے لیا ہے۔ لاکھوں لوگ بیمار ہیں، ہزاروں لوگ مر چکے ہیں۔ ”امی جان بولیں۔“ ہاں، بچے مدرسے میں ذکر تو کر رہے تھے ”۔ امی جان بولیں۔ ”امی جان ! ہمارے اسکول میں تو بچے کئی دنوں سے غیر حاضر ہو رہے تھے“۔ آحل سوچتے ہوئے بولا۔ ”اور جو آ رہے تھے وہ یہ نعرہ لگا رہے تھے۔

”کرونا سے ڈرنا نہیں، لڑنا ہے۔“ عاشی بولی : میری مس کہہ رہی تھیں، آپ سب صفائی کا خاص خیال رکھیں، دن میں کئی بار بیس سیکنڈ تک صابن سے ہاتھ دھوئیں۔ ایک دوسرے سے ہاتھ نہ ملائیں اور نہ گلے ملیں۔ بلا ضرور گھر سے باہر نہ نکلیں۔ چھینک آئے تو منہ پر رومال رکھیں، کھانستے وقت منہ پر ہاتھ رکھیں۔

”یہ کہیں افواہ تو نہیں“ ”لوگ تو ویسے بھی رائی کا پہاڑ بنا دیتے ہیں۔ ”دادی بولیں۔“ دادی جان عاشی ٹھیک کہہ رہی ہے، میری بھی مس نے کہا تھا۔ ایک دوسرے سے چھ فٹ کے فاصلے پر رہیں۔ نزلہ، زکام ہو تو پھر ڈاکٹر سے رجوع کریں یا 1166 ہیلپ لائن پر فون کریں۔“

”یہ ساری باتیں تم بچوں اب بتا رہے ہو؟“ دادا جان نے آحل کو غصے سے دیکھا۔ ”سوری دادا جان ہم بھول گئے تھے۔“ عاشی نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا۔ دادی جان بولیں۔

”تم شروع سے بھلکّڑ ہو، پہلے ہی تمہیں پتا چل جاتا تو احتیاط کرتے۔“ ابو جان بولے رائی کا پہاڑ لوگ اپنی غفلت سے بنا رہے ہیں۔ بہر حال ! اب بھی کچھ نہیں بگڑا، سب سے پہلے ہمیں ملازمہ کو تنخواہ دے کر کام پر آنے سے منع کرنا ہے۔ گھر میں صفائی کا خاص خیال رکھنا ہے، لوگوں سے زیادہ میل ملاپ سے منع کیا گیا ہے۔ گھر میں نماز اور دعاؤں کا اہتمام کرنا ہے۔ شہر سے یہ وبا قصباتی اور دیہاتی علاقوں کی طرف آ رہی ہے۔ ہمارا ٹی وی دو ماہ سے خراب ہے۔ ہم حالات سے بے خبر ہیں۔ شہر میں تو کرفیو لگ چکا ہے۔ یہ وبا گھر میں کسی ایک فرد کو ہوتی ہے تو کئی لوگ متاثر ہوتے ہیں۔ پولیس اور فوج آ کر گھر سیل کر دیتی ہیں، گھر میں کوئی آ سکتا ہے نہ کوئی گھر سے باہر جا سکتا ہے۔“

”اوئی اللہ ! یہ کون سا عذاب ہمارے سر پر آیا ہے، نہ ایسا کبھی دیکھا نہ ایسا کبھی سنا“۔ دادی جان نے اپنے کان پکڑتے ہوئے کہا۔ ”اماں جان ! گناہ جب بڑھتے ہیں تو اللہ کا عذاب ایسا ہی آتا ہے“۔ ابو کی بات پر دادا جان بولے۔ ”ہاں بیٹا ! تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ہمیں توبہ کی ضرورت ہے“۔ اتنے میں مسجد سے اعلان ہوا۔ اہلِ محلّہ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ گھر کا کوئی فرد نماز کے لیے گھر سے باہر نہ نکلے۔ نماز گھروں میں پڑھی جائے گی۔ ”دادا جان جو نماز کے لیے مسجد جانے کی تیاری کرنے جا رہے تھے۔ افسوس کرتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گئے۔“ ”بتاؤ، یہ دن بھی دیکھنا تھا۔ مسجد تو اللہ کا گھر ہے۔“

بقیہ صفحہ 55 پر

آئی ایم سوری

صبا مسعود

عفان بیٹا بیلن نہیں مل رہا‘ آپ نے دیکھا ہے؟’’ گھڑی کی تیز بھاگتی سوئیوں کو فکر مندی سے تکتی امی نے کچن سے جھانکتے ہوئے پوچھا۔ ’’پتا نہیں۔‘‘ بے دھیانی سے کرسی پر ٹانگیں جھلاتے ہوئے عفان نے جواب دے دیا۔ ’’توجہ سے میری بات سنو اور ذرا سوچ کر بتاؤ۔‘‘ اب کی بار امی نے ناراضی سے کہا تو عفان نے بھی جھنجھلا کر ویڈیو گیم ٹیبل پر رکھی‘ پھر ایک دم چونک کر بولا۔ ’’جی وہ میں نے اخروٹ توڑنے کے لیے اٹھایا تھا۔ ہاں یاد آیا۔‘‘

طوطے کے پنجرے کے برابر میں میز پر رکھا ہے۔

’’یہ صحیح طریقہ ہے؟‘‘ امی کی تنبیہ کی آواز پر شرمندگی سے نظریں چرا کر عفان بولا۔ ’’آئی ایم سوری۔‘‘

اور حسب عادت وہ رات کے کھانے تک اس شرمندگی کو بھول بھی چکا تھا۔

کھانے کے فوراً بعد عفان کے قاری صاحب نے آنا ہوتا تھا‘ لہٰذا اب گھر اُس کی پکار سے گونج رہا تھا۔ ’’امی میری ٹوپی پھر غائب ہے۔ ضرور اس عفان کے بچے نے اٹھائی ہوگی۔‘‘

’’میرے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو کیوں گھسیٹ لاتے ہو۔۔۔ کیسے تایا ہو۔‘‘ عدنان کی شکایت پر عفان نے شرمندہ ہوئے بغیر کھلکھلا کر خود ہی اپنے مذاق سے لطف اٹھایا۔۔۔ ہوں ہوں۔۔۔ تسبیح پڑھتی دادی نے اس بے وقت کے مسخرے پن پر ڈانٹا۔ اسی اثنا میں گھنٹی بجی۔ اب عدنان کی شکل پر اور غصہ تھا۔

’’آنے دو ابو کو آج۔۔۔‘‘ اس کی دھمکی پر اچانک عفان میاں کی یادداشت واپس آئی۔ ’’ہاں ہاں وہ میں نے وضو کرتے ہوئے بیسن والے شیشے کی پاکٹ میں رکھ دی تھی۔۔۔ وہیں ہوگی۔

سوری بھائی میں لا دیتا ہوں۔‘‘ سہمنے کی اداکاری کرتا عفان ٹوپی لانے بھاگا۔

اسکول سے واپسی پر دوستوں کے ساتھ سائیکل کی ریس لگاتے ہوئے عفان نے سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ لوگ اتنا دور نکل جائیں گے اور ایسی خوب صورت وادی کو ڈھونڈ پائیں گے۔ دو طرف سے پہاڑوں میں گھری اس چھوٹے سے سبزہ زار میں بے حد خوب صورت پھول اور درخت تھے۔ فضا میں بھینی بھینی خوش بو بسی ہوئی تھی۔ حسین پھولوں کی کشش نے بہت سی تتلیوں کو بھی گھیرا ہوا تھا۔ عفان اور اس کے دوست وہاں پہنچ کر سائیکل اور ریس بھول بھال کر اس جگہ کی دل کشی میں کھوگئے۔ نرم نرم سبز گھاس پر جو کہ کئی جگہ سے ترشی ہوئی نہ ہونے کی وجہ سے کافی بڑی تھی‘ اس پر یہ سب مل کر قلابازیاں کھانے لگے۔ اسی دوران عفان کے ساتھی احمد کی نظر آم کے پیڑ پر پڑی۔

کئی ایک آم پکے ہوئے تھے۔ بچوں نے مل کر آم توڑے اور قریبی جھاڑی سے فالسے بھی چنے‘ پھر مزے سے کھاتے کھاتے انصر نے کہا۔ ’’یہ جو سدا بہار کا پودا ہے۔ اس کے اندر جو گھڑی کی سوئی چھپی ہوتی ہے‘ وہ پتا ہے تم سب کو؟‘‘ انصر کے پوچھنے پر سب نے نفی میں سر ہلایا۔ اب انصر صاحب نے بڑی مہارت سے پھول کو دو حصوں میں تقسیم کر کے اندر سے ایک سوئی نما چیز نکال کر اپنی کلائی پر چپکا کر فخریہ نگاہوں سے سب کو تکا پھر بولے: ’’میری آپی سائنس کی اسٹوڈنٹ ہیں نا!۔۔۔ انھوں نے سکھایا ہے مجھے۔‘‘ گھڑی کی سوئی سے سب کو ہی گھر لوٹنے کا خیال آیا۔۔۔ ادھر عفان کی بھی اتنی زیادہ دیر ہو جانے پر جان خشک ہوئی۔۔۔ گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے پاؤں کے جوتوں پر سختی سے نظر جمالی۔ متوقع پٹائی کے خوف سے دھڑکتے دل کی دھڑکن اس کے کانوں میں گونج رہی تھی‘ مگر یہ کیا!!! امی بے ہوش تھیں اور باقی سب کی نگاہوں میں آنسو لب پر دعا تھی۔ اس کے خیریت سے واپس لوٹنے کی دعا۔ پانی کے چھینٹے امی کے چہرے پر مارتی چاچی خوشی سے اونچی آواز میں بولیں: ’’بھابھی آنکھیں کھولیں‘ دیکھیں بھابھی عفان خیریت سے آگیا۔‘‘ بے ساختہ جھرجھری لے کر امی نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کو خیریت سے دیکھ کر زیر لب الحمد للہ کہا اور آنکھیں موند لیں اور وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ اب کی بار اس کی غفلت اور نادانی پر نہ صرف زوردار ڈانٹ پڑے گی‘ سزا ملے گی بلکہ زبردست مار بھی پڑے گی‘ یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گیا کہ سب نے اس کو دیکھ کر بے زار شکل بنائی اور منہ پھیر لیا۔ نہ کوئی پوچھ تاچھ نہ کوئی تنبیہ‘ اس نے سوچا ضرور آج ابو میرا حشر برا کریں گے‘ جبھی یہ سب معاملہ اُن پر چھوڑ بیٹھے ہیں‘ وہ تمام وقت کمرے میں بیٹھا رہا۔

بھوک نہ برداشت ہوئی تو رات کھانے کے لیے نیچے اترا۔۔۔ سب کے سننے بولنے چہچہانے کی آوازیں آرہی تھیں‘ لیکن جیسے ہی وہ آیا سب کے گویا لب سِل گئے۔ ابھی تو ابو کی شامت کا خوف بھی تھا۔ وہ بھی چپ چاپ کھا کر واپس کمرے کی جانب کھسک لیا۔ اگلے دن عجیب بات یہ ہوئی کہ وہ جو بار بار امی کے جگانے پر اٹھتا تھا خود ہی اٹھ بیٹھا۔ چپ چاپ تیار ہو کر ناشتے کے لیے پہنچا تو پھر وہی منظر۔ سب کے ہنستے بولتے لب بھنچ گئے۔ امی عدنان اور آسیہ کے نخرے اٹھا اٹھا کر ان کے ویسے ہی زبردستی ناشتا پیش کر رہی تھیں‘ جیسے روز اس کے بھی لاڈ اٹھاتی

تھیں جبکہ اس کو نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ رہی تھیں۔ اس کو ایک حیرت سی محسوس ہوئی۔ اسکول جاتے ہوئے دونوں کی پیشانی پر دعا دم کرنے کے ساتھ ساتھ بوسہ دیتے دیکھ کر عفان کو ایک دم اپنی پلکیں بھیگتی محسوس ہوئیں۔ دوپہر میں کھانے کے بعد عدنان کا من پسند ٹرائفل اور آسیہ کے لیے اس کی پسندیدہ ساگو دانے کی کھیر تھی۔

آج کا دن کل سے بھی زیادہ تکلیف دہ تھا۔ آج سب نہ صرف باتیں کر رہے تھے بلکہ ہنس بول رہے تھے، مگر آپس میں، اس سے کوئی بھی بات نہیں کر رہا تھا۔ اس کو لگا وہ اس خاندان کا حصہ ہی نہیں۔۔۔۔ حلق میں آنسوؤں کے پھندے پڑ جانے کی وجہ سے اس کو بار بار پانی پینا پڑ رہا تھا۔ خاموشی سے ضبط کرتا کھانا کھا کر وہ ہوم ورک کرنے بیٹھ گیا۔ عصر میں کھیل کے میدان جانے کے لیے مرے دل سے وہ نیچے اُترا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ گھر میں صرف دادی اور بوا (خانساما) تھیں۔ معلوم ہوا کہ سب لوگ کہیں پکنک پر چلے گئے ہیں۔ اب اس کی برداشت جواب دے گئی۔ وہ بے ساختہ زمین پر بیٹھ کر اونچی آواز سے رونے لگا۔ اس سے تو بہتر تھا کہ مجھے مار لیتے، پیٹ لیتے۔ اس کے شکوے پر دادی نے پُر سکون آواز میں پوچھا۔ ’’اور پھر اس سے کیا ہوتا۔ کیا آپ اپنی مستقل کی نادانیوں اور لاپروائی کو چھوڑ دیتے۔۔۔۔ بہت سی مار اور بہت سی پٹائی کے بعد جب آپ کو دوبارہ وہی محبت جو کہ رک نہیں سکتی مل جاتی تو آپ بھی دوبارہ وہی سب کرتے رہتے جو کئی بار کی ڈانٹ اور تنبیہ کے بعد تین لفظوں میں اڑا کر کرتے رہتے ہیں۔ آئی۔ ایم۔ سوری (مجھے معاف کردیں، میں شرمندہ ہوں) روتے عفان کو نہ صرف شرمندگی نے گھیر لیا تھا، بلکہ اُس کو اِس بار اپنی متواتر غلطیوں کا ادراک بھی ہو گیا تھا۔

جن کو وہ لفظ ’’سوری‘‘ Sorry کہنے کے بعد سمجھتا تھا کہ اُن کی تلافی ہو گئی اور اپنی ان تکلیف دہ عادتوں کو تبدیل کرنے کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ آج اسے سمجھ آگئی تھی کہ ہر غلطی کے لیے صرف سوری کافی نہیں بلکہ اصل شرمندگی اس غلطی کے سدھارنے میں ہے۔ اگر وہ واقعی شرمندہ ہے تو آئندہ کے لیے اسے اس غلط عادت کو چھوڑنے کا عزم کرنا ہوگا، ورنہ اس ہوائی سوری کا اب کوئی اعتبار نہیں کرے گا۔ اس بات کا عزم جب اس نے دادی کے سامنے کیا تو دادی نے کہا: الحمد للہ! کہہ کر اللہ پاک کا شکریہ ادا کیا، جس نے اس کو سمجھ دی، پھر اس کی پیشانی چوم کر اس کے کان میں مسکراتے ہوئے سرگوشی کی۔۔۔ وہ کیا؟؟

’’وہ یہ کہ وہ۔۔۔ اگلی گلی میں واقع اپنی پھوپھو کے گھر چلا جائے۔ وہاں سب اس کے منتظر ہیں۔ بھلا سب اپنے پیارے کو چھوڑ کر پکنک پر کیسے جاسکتے ہیں۔‘‘

’’ہُرّا۔۔۔۔ دادی جان زندہ باد۔‘‘ خوشی سے نعرہ لگاتا عفان باہر کو بھاگا۔

بقیہ

رائی کا پہاڑ

’’ابا جان! اسی میں ہم سب کی عافیت ہے۔ اجتماع منع کیا گیا ہے۔

دادا جان خاموش ہو گئے۔ سب نے وضو کیا اور ظہر کی نماز پڑھنے لگے۔ امی جان نے جلدی جلدی کھانا تیار کیا۔ گھر کے دروازے بند کر دیے گئے۔ بچوں کے ہاتھوں کو بار بار دھلوایا جارہا تھا۔ دادا جان گھر میں صبح و شام اذانیں دے رہے تھے۔ استغفار پڑھی جارہی تھی اور رو رو کے خدا سے سب کے لیے دعا مانگی جارہی تھی۔ پانی والا کئی دنوں سے نہیں آیا تھا۔ پھول، پودے درخت سوکھ رہے تھے۔ کٹکڑوں کوں کٹکڑوں کوں کرتی مرغیاں اور قیں قیں کرتی بھوکی بطخیں خاموش تھیں۔ بچوں کو اسکول ابا جان کو دفتر اور امی جان کو مدرسہ یاد آرہا تھا۔ محلے میں غریب لوگوں کا برا حال تھا۔ دادا جان ان کو ضرور کھانا پہنچانے جاتے تھے۔ ان کا کہنا تھا آس پڑوس کا بڑا حق ہوتا ہے۔ کچھ خود غرض لوگ آنے والے وقت سے پریشان تھے۔ اس لیے وہ مدد کرنے سے کترا رہے تھے اور خود ذخیرہ اندوزی کر رہے تھے۔ دادا جان کچھ اور لوگوں کی بھی مدد کرنا چاہتے تھے۔ اس روز اَحمل نے کچھ پیسے دادا جان کو لا کر دیے۔ دادا جان یہ وہ پیسے ہیں جو ابو جان یا آپ اسکول جاتے ہوئے دیتے تھے۔ میں جمع کر لیتا تھا۔ یہ دیکھ کر عاشی بھی الماری کی طرف لپکی اور ایک چھوٹا سا مٹی کا گلک اٹھا لائی۔ دادا جان میں نے اس میں پیسے جمع کیے تھے۔ یہ آپ لے لیں اور غریبوں کی مدد کر دیں ’اللہ ہمیں اور دے گا‘‘۔ دادی جان نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے اپنا بٹوا کھولا اور جمع کی ہوئی رقم یہ کہہ کر دے دی: ’’بچوں کے پاس بہت کپڑے ہیں، نئے کپڑے پھر بن جائیں گے ’لوگوں کو راشن دے دو‘‘۔ ادھر امی جان اور ابو جان نے بھی کچھ اور پیسے دادا جان کو دیے۔ اس طرح دادا جان نے کئی گھروں میں راشن پہنچایا۔ دادا جان کو رمضان کی بھی فکر تھی۔ وہ ہر سال اعتکاف کرتے تھے۔ مسجد میں عبادت کرتے تھے۔ رمضان میں صرف دو دن باقی تھے۔ دادا جان مرغیوں اور بطخوں کو خوراک ڈال رہے تھے۔ دروازے کو کسی نے دھڑ، دھڑ، دھڑ زور سے پیٹا۔ گھر کے سب لوگ چونک گئے۔ ’’یہ آخر کون ہے؟‘‘ دادا جان کے ساتھ اکٹھے ہو کر سب دروازے کی طرف بڑھے۔ ’’اللہ خیر کرے‘‘۔ دادی جان نے سلیپر پیروں میں ڈالتے ہوئے کہا۔ تین افراد کی ایک ٹیم تھی۔ ایک شخص آگے بڑھا۔ اس نے کہا۔ ’’حکومت نے شہریوں کے لیے چائنا سے یہ ڈراپ منگوائے ہیں۔ یہ سب کو پینے ہیں۔ کرونا سے آپ سب محفوظ رہیں گے۔ دادا جان نے دیکھا۔ محلے کے اور بھی لوگ پی رہے تھے۔ دادا جان نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ اس وبا سے بچنے والی دوا تیار ہو چکی ہے، دوسرے روز بازار، مدرسے، مسجد کھل چکے تھے اور لوگ خوشی خوشی رمضان اور عید کی تیاریاں کر رہے تھے۔

اعمال میں جمعیت حاصل کرنے کا سنہری موقع

حضرت مجدّد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک انسان کے آنے والے سال کا ایک نمونہ ہوتا ہے، اس لیے جس بندے نے جمعیت کے ساتھ رمضان المبارک گزارا، اس کا آنے والا سال بھی جمعیت کے ساتھ گزرے گا اور جس کا رمضان المبارک تفرقہ کے ساتھ گزرا، اس کا آنے والا سال بھی تفرقہ کے ساتھ گزرے گا۔ اس کی مثال یوں سمجھیے کہ جو آدمی چاہتا ہے کہ مجھے تہجد کی پابندی نصیب ہو، وہ رمضان المبارک میں پورا مہینہ تہجد کی پابندی کرلے، آنے والے سال میں اللہ رب العزت اپنی مدد فرمائیں گے اور اس کو تہجد کا دوام عطا فرمادیں گے، اگر کسی کو یہ شکوہ ہے کہ میری آنکھ میرے قابو میں نہیں ہے تو وہ تجربہ کرکے دیکھ لے، وہ پورا رمضان المبارک اپنی نظروں کی حفاظت کرلے تو اللہ رب العزت اسے آئندہ پورے سال میں نگاہوں پر کنٹرول عطا فرمادیں گے، اسی طرح جو آدمی جھوٹ سے نہیں بچ سکتا، وہ پورے رمضان المبارک میں جھوٹ سے بچے، اللہ رب العزت اسے آنے والے سال میں جھوٹ سے محفوظ فرمادیں گے۔ گویا جس طرح اپنا رمضان المبارک گزاریں گے، ہمارا آنے والا سال اسی طرح گزرے گا۔ پورا رمضان المبارک باقاعدگی سے تلاوت کریں، اللہ تعالیٰ آنے والے سال میں باقاعدگی سے تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمادیں گے۔ (برکات رمضان)

بچوں کے فن پارے

اب ہر ماہ کے سب سے بہترین فن پارے پر تین سو روپے انعام دیا جائے گا (ادارہ)

ابریش فاطمہ، اقراء حفاظ گرلز اسکول، کراچی

امیمہ عباسی، پنجم، نجم دہلی گرلز اسکول، کراچی

امیمہ الطاف ششم، پیٹریوٹس اسکول، کراچی

ام ہانی، تحفیظ القرآن، کراچی

سارہ جنید، اعدادیہ معہد الخلیل، کراچی

زویا مختار، 8 سال، الائیڈ اسکول، کراچی

بریرہ اسامہ، مدرسہ عثمان بن عفان، کراچی

پیارے بچو!

ماہِ رمضان کی آمد آمد ہے۔ یہ برکتوں والا مہینا ہے۔ اس ماہ کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن مقدس کا نزول اسی پاک مہینے میں ہوا۔ رمضان المبارک کی فضیلت اور اس کے تقاضے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس ماہِ مبارک کی اپنی طرف خاص نسبت فرمائی ہے۔

*اس مہینے میں ہر نیکی کا اجر بڑھا دیا جاتا ہے۔۔۔۔

*اگر ہم قرآن پاک کا ایک حرف پڑھیں گے تو ستر گنا اجر بڑھ جائے۔۔۔
صرف پاؤ پارے کے ثواب کا حساب لگانے بیٹھیں تو کیلکولیٹر فیل ہو جائیں گے۔۔۔۔
تو ہم ارادہ کریں خووووب زیادہ سے زیادہ پڑھیں گے۔۔۔
اس مہینے کا کوئی لمحہ ذکر اللہ کے بنا نہیں گزاریں گے۔۔۔۔
اور جھوٹ، چغلی، غیبت دوسروں کو برا کہنا ویسے بھی ناہ ہے اور رمضان میں ان گناہوں کی نحوست اور خرابی مزید بڑھ جائے گی اس لیے ان سے بچنے کی کوشش بھی کرنی چاہیے!

تو کرتے ہیں نا پیارے بچے وعدہ!!

اپریل 2021ء کے سوالات

سوال نمبر 1: طوفان سے ڈر کے مینڈک نے کیا کیا؟

سوال نمبر 2: شام تک مانی کو بھوک لگی تو اس نے کیا کھایا؟

سوال نمبر 3: پھولوں کی لڑائی کس میں کس نے سمجھایا؟

سوال نمبر 4: استاد جی آپ کیا چاہتے ہیں میں کیا بنوں؟

راشد کے سوال کا استاد نے کیا جواب دیا۔؟

سوال نمبر 5: ام ایمن رضی اللہ تعالی کی شدید گرمی اور پیاس کی حالت میں کیا مدد ہوئی؟

جنوری 2021ء کے سوالات کے جوابات

جواب نمبر 1: کستوری کے ٹیلوں پر
جواب نمبر 2: سات بچوں نے
جواب نمبر 3: گلہری کو
جواب نمبر 4 لکڑی کے راستہ بتانے والے بورڈ جنگل میں لگا دیے۔
جواب نمبر 5 جھاڑیوں کے باہر پڑے چھیچڑوں سے

جنوری 2021ء کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے خوش نصیب کا نام

انعام الحسن، کراچی

انہیں ماہنامہ فہم دین اور 300 مبارک ہوں

سنیے!!!

انعامی سوالات کے جوابات بھیجیں یا فن پارہ
اپنا نام، عمر، کلاس اسکول، مدرسے کا نام اور رابطے کے لیے موبائل نمبر ضرور لکھیں
یہ جوابات اور فن پارہ وٹس ایپ کرنے کے لیے نمبر نوٹ کر لیں
0316233908

برکاتِ رمضان

سحر قاسمی

آگیا ہے ماہِ رمضاں ہر طرف پھیلا ہے نور
نیکیوں کی بارشیں ہیں برکتوں کا ہے ظہور

آؤ لوگو ہر بدی سے آج ہم توبہ کریں
مغفرت کے کر رہا ہے فیصلے ربِ غفور

ہر گھڑی مانگو دعائیں ، کیا خبر کہ کس گھڑی
ہو دعا مقبول اور مل جائے ہم کو بالضرور

پاک کر لو ذکر سے اپنے دلِ بیمار کو
دیکھیے پھر ملتا ہے کتنا عبادت میں سُرور

نیکیاں کر کے سحؔر لوگوں کو مت کہتے پھرو
اس سے دل میں میرے پیارے! پیدا ہوتا ہے غرور

خوب بھر لو دوستو اب برکتوں سے جھولیاں
اس سے پہلے کہ چلا جائے یہ مہماں ہم سے دُور

ماہِ رمضاں ہے وہ نعمت مومنوں کے واسطے
جس کی خاطر آہ بھرتے ہیں سدا اہلِ قُبور

نیکیاں دگنی ہیں اس میں" صوم " کی ہیں برکتیں
پالیا گر "بابِ ریّاں "، تیرے ہیں حور و قُصور

شکر ہے یارب کہ تو نے پھر سے اک موقع دیا
مغفرت فرما دے یارب! یا الٰہی یا غفور!

پاس میرے کچھ نہیں ہے جز ندامت اے خدا !
غلطیوں کے بوجھ سے میں ہوگیا ہوں چُور چُور

نظرِ رحمت کیجئے اے کِردگارِ اِنس و جاں!
ورنہ جاؤں گا کہاں ہوکر خدایا تجھ سے دُور

رب کے عاشق تو سحر رہتے ہیں طالب دید کے
ان کو اس سے کیا غرَض ہے حشر ہو یا کوہِ طور

بہت محترم ماہِ رمضان ہے

ارسلان اللہ خان

بہت مُحترم ماہِ رمضان ہے
یہ سارے مہینوں کا سُلطان ہے
حقیقت میں یہ سب سے ذیشان ہے
بہت مُحترم ماہِ رمضان ہے
سبھی نیک کاموں میں مشغول ہیں
یہ گویا عبادت کا عُنوان ہے
بہت محترم ماہِ رمضان ہے
نہ رمضان کیوں سب سے مُمتاز ہو
کہ اُترا اسی ماہِ قُرآن ہے
بہت مُحترم ماہِ رمضان ہے
بڑھا رزق، نیکی کا جذبہ بڑھا
فزوں تر ہوا پھر سے ایمان ہے
بہت مُحترم ماہِ رمضان ہے
مساجد میں پھر آگئیں رونقیں
خُداوند کا ہم پہ احسان ہے
بہت مُحترم ماہِ رمضان ہے
چلو خوب حاصل کریں نیکیاں
فقط اک مہینے کا مہمان ہے
بہت مُحترم ماہِ رمضان ہے
گناہوں سے مومن نہ کیوں دور ہوں
ہوا قید میں بند شیطان ہے
بہت مُحترم ماہِ رمضان ہے
کرو اپنے مولا سے بخشش طلب
یہی ماہ تو ماہِ غُفران ہے
بہت مُحترم ماہِ رمضان ہے
شبِ قدر ہوجائے ہم کو نصیب
کہ اس رات کی بے پناہ شان ہے
بہت مُحترم ماہِ رمضان ہے
شبینہ، تراویح اور اعتکاف
اسی ماہ کا سب یہ فیضان ہے
بہت مُحترم ماہِ رمضان ہے
حَرَم میں کریں سحر و افطار ہم
یہ ہر ایک مومن کا ارمان ہے
بہت مُحترم ماہِ رمضان ہے
پکوڑے، سموسے، جلیبی، کھجور
یہ افطار کے وقت سامان ہے
بہت مُحترم ماہِ رمضان ہے
نمازیں پڑھو بعد رمضان بھی
یہی نیک لوگوں کی پہچان ہے
بہت محترم ماہِ رمضان ہے
جو بن جائے گا ارسلان مُتّقی
وہی ایک سچّا مسلمان ہے
بہت مُحترم ماہِ رمضان ہے

پردہ

احمد ظہور متعلّم جامعہ بیت السلام کراچی

تیرا پردہ سپردِ ہوا ہوگیا
میری بہنا! بتا، تجھ کو کیا ہوگیا؟
تیری آنکھیں تھیں منبع شرم و حیا
ہائے! غیرت کا سودا کہاں ہوگیا؟
تیرے سر پر جو آنچل تھا، رب کی اماں
لب ہلا! بول! کیوں وہ خفا ہوگیا؟
حبِّ آقا ﷺ سے لبریز دل تھا ترا
کیوں وہ غیروں کا مسکن مکاں ہوگیا
تجھ کو ڈھانپا، جہنم کہیں چھو نہ لے
پر ترا رُخ جہنم کی سو ہوگیا
جس خدا نے تجھے دولتِ حسن دی
اس کی مرضی پہ چل، حکم جو ہوگیا
تیری عظمت تو قرآن نے کی ہے بیاں
تجھ سے اعلیٰ یہ رتبہ کہاں کھو گیا؟
تھی تو جنت تری منتظر ہر گھڑی
کیوں یہ ملنا تمہارا گراں ہوگیا؟
مانا! مرضی تری ہے ترے جسم پر
کیا بنے گا، یہی لب کشاں ہوگیا؟
مجھ سے احمدؔ نظم کا خلاصہ سنو
پردہ دارو مدارِ فلاح ہوگیا

عورت

راحت عائشہ

افسانۂ ہستی کا حسیں باب تم ہو
دنیا کے لیے تحفۂ نایاب تم ہو
آدمؑ نے جو دیکھا حسیں خواب تم ہو
بے مثل ہو، آئینۂ آداب تم ہو
بیٹی کی شکل میں تم، گوہر نایاب
بیوی کی صورت میں تم،نصف بہترِ شاداب
ہو خالہ، پھوپھی، چچی وتائی یا ممانی
ہے تم سے رنگینیاں، دنیا کی تب و تاب
اللّٰہ کی رحمت جسے کہتے ہیں دانا
وہ صورت ہے بہنا کی جسے دنیا نے مانا
ایثار محبت ہو یا احساسِ مروت
قدرت کی عطا تم ہو، گویا یہی جانا
واقف ہو بہر طور جینے کے ہنر سے
بے خوف گزر جاتی ہو، دشوار گزر سے
ایک پل ہو شعلہ تو ایک پل میں ہو شبنم
کر لیتی ہو ممکن ہر امر صبر سے
پابندِ وفا ہو تو دل جاں لٹا دو
آجاؤ بغاوت پہ تو دنیا کو ہلا دو
گر چاہو بنانا تو فطرت ہے تمہاری
دریا ہو کہ صحرا، تم پھول کھلا دو

گلدستہ

ترتیب وپیش کش: حافظ محمد اطہر، متعلم جامعہ بیت السلام

افطار میں جلدی کیوں؟

یہ جو حکم دیا گیا کہ افطار میں جلدی کرو اور بلا وجہ افطار میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ اب تک تو بھوکا رہنا اور نہ کھانا باعث ثواب تھا۔ پیاسا رہنا باعثِ ثواب تھا اس کی بڑی فضیلت اور بڑا اجر و ثواب تھا' لیکن جب ہم نے کہہ دیا کہ کھاؤ اب کھانے میں تاخیر کرنا گناہ ہے۔ اس لیے کہ اب اگر کھانے میں تاخیر کرو گے تو اپنی طرف سے روزے میں اضافہ کرنا لازم آئے گا۔

سحری میں تاخیر کیوں؟

سحری میں تاخیر افضل ہے۔ اگر کوئی شخص پہلے سے سحری کھا کر سو جائے تو یہ سنت کے خلاف ہے بلکہ عین وقت پر جب سحری کا وقت ختم ہو رہا ہو' اس وقت کھانا افضل ہے۔ کیوں؟ اس لیے اگر پہلے سے کوئی شخص سحری کھا کر سو گیا تو اس نے اپنی طرف سے روزے کی مقدار میں اضافہ کر دیا۔ وہ اتّباع میں نہیں کر رہا ہے' بلکہ اپنی طرف سے کر رہا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ساری بات ان کی اتباع میں ہے۔ ہم ان کے بندے ہیں اور بندے کے معنی یہ ہیں کہ جو کہیں وہ کرو۔

رمضان کے بعد بھی عبادت پر قائم رہو

رمضان المبارک میں الحمد للہ جماعت سے نماز پڑھنے کا اہتمام ہو جاتا ہے' لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب آیندہ سال تک مسجد سے چھٹی ہو گئی' بلکہ یہ کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ نماز باجماعت پڑھنے کی آیندہ بھی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے جو واجبات و فرائض ہمارے ذمہ عائد کیے ہیں' وہ ایسے ہیں جن کا کرنا ہمارے لیے مشکل ہو اور آدمی ان کو ادا نہ کر سکے' اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرض ہی کیوں فرماتے۔ لہٰذا جتنے بھی کام ہیں اسے چاہے وہ فرائض کی ادائیگی ہو یا گناہوں سے بچنا ہو وہ سب ہماری وسعت اور اختیار میں ہے' جو کام ہمارے اختیار میں نہ تھا وہ اللہ نے فرض ہی نہیں کیا۔ بات صرف ہمت کی ہے۔ اللہ نے انسان کی ہمت میں بڑی طاقت رکھی ہے۔ اس ہمت کو استعمال کر کے اپنی آیندہ زندگی بھی اللہ کی مرضی کے مطابق اور شریعت کے احکام کے مطابق گزارو۔ انتخاب: محمد اظہر (اسلام اور ہماري زندگی، شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب)

روزہ نہ ٹوٹنے کا نسخہ

ایک وکیل نے رمضان کے دنوں میں شاہ جی (عطاء اللہ شاہ بخاریؒ) سے بزعمِ خویش مذاق کرتے ہوئے کہا: حضرت! علما تعبیر و تاویل میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں' کوئی ایسا نسخہ تجویز فرمایئے کہ آدمی کھاتا پیتا رہے اور روزہ بھی نہ ٹوٹے۔ فرمایا: سہل ہے قلم و کاغذ لے کر لکھو کہ ایسا مرد چاہیے جو اس وکیل کو صبح صادق سے مغرب تک جوتے مارتا رہے' یہ جوتے کھاتے جائیں اور غصے کو پیتے جائیں۔ اسی طرح کھاتے جائیں اور پیتے جائیں۔ فرمایا جاؤ اس طرح کھاتے پیتے رہو روزہ نہ ٹوٹے گا۔ انتخاب: عائشہ خرم (فقہی لطائف ص:55)

بلا عذر روزہ نہ رکھنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے (شرعی اجازت اور مرض کی (مجبوری) کے بغیر رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا (اگر وہ ساری عمر (بھی) روزے رکھے' تب بھی اس کی قضا نہیں ہو سکتی۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

رمضان کا دن لوٹ آئے گا

حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ صاحب قدّس اللہ سرہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بات نقل فرماتے تھے کہ ایک شخص رمضان میں بیمار ہو گیا اور بیماری کی وجہ سے روزہ چھوڑ دیا' اب اس کو غم ہو رہا ہے کہ رمضان کا روزہ چھوٹ گیا۔ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ غم کرنے کی کوئی بات نہیں یہ دیکھو کہ تم روزہ کس کے لیے رکھ رہے ہو؟ اگر یہ روزہ اپنی ذات کے لیے رکھ رہے ہو' اپنی خوشی کے لیے اور اپنے شوق پورا کرنے کے لیے روزہ رکھ رہے ہو تو بے شک اس پر صدمہ کرو کہ بیماری آگئی اور روزہ چھوٹ گیا' لیکن اگر اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے روزہ رکھ رہے ہو اور اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ بیماری میں روزہ چھوڑ دو تو مقصود پھر بھی حاصل ہے۔ اس لیے کہ حدیث شریف میں ہے:

لیس من البر الصیام فی السفر

سفر کی حالت میں جب کہ شدید مشقت ہو' اس وقت روزہ رکھنا کوئی نیکی کا کام نہیں' لیکن قضا کرنے کے بعد جب عام دنوں میں روزہ رکھو گے تو اس میں وہ تمام انوار و برکات حاصل ہوں گے جو رمضان کے مہینے میں حاصل ہوتے تھے۔ گویا کہ اس شخص کے حق میں رمضان کا دن لوٹ آئے گا اور رمضان کے دن روزہ رکھنے میں جو فائدہ حاصل ہوتا' وہ فائدہ اس دن قضا کرنے میں حاصل ہو جائے گا' لہٰذا اگر شرعی عذر کی وجہ سے روزے قضا ہو رہے ہیں۔ مثلاً بیماری ہے' سفر ہے یا خواتین کی طبعی مجبوری ہے۔ اس کی وجہ سے روزے قضا ہو رہے ہیں تو غمگین ہونے کی کوئی بات نہیں۔ اس وقت میں روزہ چھوڑ دینا اور کھانا پینا ہی اللہ کو پسند ہے اور لوگوں کو روزہ رکھ کر جو ثواب مل رہا ہے' تمہیں روزہ نہ رکھ کر وہی ثواب مل رہا ہے اور عام لوگوں کو بھوکا رہ کر جو ثواب مل رہا ہے' تمہیں کھانا کھا کر مل رہا ہے اور اللہ تعالیٰ وہی انوار و برکات عطا فرما رہے ہیں' جو عام روزہ داروں کو عطا فرما رہے ہیں اور پھر جب بعد میں اس روزے کی قضا کرو گے تو قضا کے دن رمضان کی ساری برکتیں اور سارے انوار حاصل ہوں گے۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ (انتخاب محمد سہیل از: آؤ رمضان قیمتی بنائیں)

رمضان کیسے گزاریں؟

رمضان المبارک کا مہینا اللہ جلّ شانہٗ کی بڑی عظیم نعمت ہے۔ ہم اور آپ اس مبارک مہینے کی حقیقت اور اس کی قدر کیسے جان سکتے ہیں؟ کیوں کہ ہم لوگ دن رات اپنے دنیاوی کاروبار میں اُلجھے ہوئے ہیں اور صبح سے شام تک دنیا ہی کی دوڑ دھوپ میں لگے ہوئے ہیں اور مادیت کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہم کیا جانیں کہ رمضان کیا چیز ہے؟ اللہ جلّ شانہٗ جن کو اپنے فضل سے نوازتے ہیں اور اس مبارک مہینے میں اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے انوار و برکات کا جو سیلاب آتا ہے، اس کو پہچانتے ہیں، ایسے حضرات کو اس مہینے کی قدر ہوتی ہے۔ آپ نے یہ حدیث سنی ہوگی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رجب کا چاند دیکھتے تو دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ (مجمع الزوائد جلد 2 صفحہ 165)

اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا دیجیے۔

یعنی ہماری عمر اتنی دراز کردیجیے کہ ہمیں اپنی عمر میں رمضان کا مہینہ نصیب ہوجائے۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ رمضان آنے سے دو ماہ پہلے رمضان کا انتظار اور اشتیاق شروع ہو گیا اور اس کے حاصل ہوجانے کی دعا کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ مہینا نصیب فرمادے۔ یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے، جس کو رمضان المبارک کی صحیح قدر و قیمت معلوم ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب عشرۂ اخیرہ داخل ہوتا تو کمر مضبوط باندھ لیتے (یعنی عبادت کا بہت زیادہ اہتمام کرتے اور شب بیداری کرتے اور اپنے گھر والوں (یعنی ازواج مطہراتؓ کو اور صاحبزادیوں کو جگاتے (متفق علیہ) اور حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مجھے (کسی طرح) شبِ قدر معلوم ہو جائے کہ فلاں رات میں ہے تو میں اس میں کیا کہوں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

کہو یعنی اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے۔ معاف کرنے کو پسند رکھتا ہے۔ پس میرے گناہ معاف فرمادے۔

(احمد و ابن ماجہ و ترمذی)

حاملِ قرآن کی پہچان

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ حاملِ قرآن کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنی رات سے پہچانا جائے، جب کہ لوگ سو رہے ہوں، اپنے دن میں روزے سے پہچانا جائے جب کہ لوگ کھا رہے ہوں اور تقویٰ سے پہچانا جائے جب کہ لوگ خلط ملط ہو جائیں اور اپنی تواضع سے پہچانا جائے جب کہ لوگ تکبر کریں اور اپنے غم سے پہچانا جائے جب کہ لوگ خوش ہو رہے ہوں اور اپنے رونے سے پہچانا جائے جب کہ لوگ ہنس رہے ہوں اور خاموشی سے پہچانا جائے جب کہ لوگ گپ شپ کر رہے ہوں۔

انتخاب: انس یعقوب (اخلاق حملۃ القرآن ص:50)

روزوں کی اغلاط

مسئلہ: مشہور ہے کہ ایک روزہ رکھنا اچھا نہیں، اس مشہور کی بھی اصل نہیں ہے۔

مسئلہ: عوام میں مشہور ہے کہ جو شخص شش عید کے روزے رکھنا چاہے، اس کو چاہیے کہ ایک روزہ ضرور عید سے اگلے ہی دن رکھے، ورنہ پھر وہ روزے نہ ہوں گے، سو یہ بالکل بے اصل بات ہے۔

مسئلہ: بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ نفل روزہ کی سحری نہیں ہوتی، یہ غلط ہے۔ اس میں فرض نفل سب برابر ہیں۔

مسئلہ: بعض عوام سے سنا گیا ہے کہ نفل روزہ بعد نمازِ مغرب کے افطار کرے۔ اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔ (اغلاط العوام سے محمد یعقوب کا انتخاب)

نعت

سرِ شام گنبدِ سبز تک جو بااحترام نظر گئی
تمہیں کیا بتاؤں جو اس گھڑی دلِ مضطرب پہ گزر گئی
جو تجلیوں کا نزول تھا، مری روح میں وہ سما گیا
جو فضا میں نکہتِ خاص تھی وہ شام جاں تک اتر گئی
جو تمام نکہت و نور ہے، مجھے اس دیار میں یوں لگا
کہ سواری میرے حضورؐ کی ابھی اس طرف سے گزر گئی
میں درِ رسول تک آگیا، مجھے اور کچھ نہیں چاہیے
مری آنکھ بجھ گئی تو کیا، مری زندگی تو سنور گئی
مجھے مل گئیں مری منزلیں، کبھی یہ حرم، کبھی وہ حرم
کوئی روشنی میرے ساتھ تھی، میں جدھر گیا وہ اُدھر گئی
یہ جسد ہے میرا جو گھر میں ہے، مری روح اب کہیں اور ہے
مری بات اس نے سنی نہیں، وہ حجاز میں ہی ٹھہر گئی

انتخاب: محمد سعد (شاعر: اقبال عظیم)

حمد

زمیں کے لوگ ہوں یا اہلِ عالم بالا
ہر اک زباں پر ہے سبحان ربّی الاعلیٰ
ترے قلم کی گواہی مرقعِ عالم
فضائیں آئینہ میں، دل ہو دیکھنے والا
دیے حسین خد و خال تونے مٹی کو
ترے جمال کے سانچوں نے آدمی ڈھالا
زمینِ تیرہ کے منہ سے لگادیا تونے
مہ و نجوم بھرا آسمان کا پیالہ
پڑھے قصیدۂ وحدت، ہجوم کون و مکاں
تو سب کا رب ہے کسی نے تجھے نہیں پالا
ہر اک سانس کو میری بنا چراغِ حرم
نہ ہو ذرا بھی میرا نامۂ اعمال کالا

انتخاب: ظفر اللہ شاعر: مظفر وارثی

جید علماء کرام کی سرپرستی میں تعلیمی اور رفاہی خدمات انجام دینے والا
قابل اعتماد عالمی فلاحی ادارہ

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ

رپورٹ: خالد معین

- بیواؤں یتیموں، معذوروں اور مہلک امراض کا شکار حقیقی ضرورت مندوں کا خدمتگار
- درجنوں شعبہ جات سے ہر ماہ **لاکھوں افراد** فائدہ اٹھا رہے ہیں
- گراں قدر خدمات کا **90 فیصد** کام رضا کار انجام دیتے ہیں

خدمت کے چند اہم شعبے

تعلیمی اسکالرشپ	50 ہزار سے زیادہ طلبہ کی تعلیمی اسکالرشپ
فوڈ بنک	پکا پکایا کھانا ضرورت مندوں تک پہنچانا
فراہمی آب	پس ماندہ بستیوں میں پینے کا پانی پہنچانا
امدادی مرکز	حقیقی مستحقین کے لیے راشن اور گھریلو ضرورت کا سامان
فراہمی لباس	مستحق ضرورت مندوں تک لباس، کمبل، چادریں، سویٹر، جرسیاں وغیرہ پہنچانا
فراہمی رہائش	سیلاب، قدرتی آفات اور مصیبت زدگان کے لیے خیمے، مکانات کی تعمیر
مفت علاج	ایمبولینس سروس، کلینک اور مفت طبی کیمپ
کلاتھنگ بنک:	قابل استعمال کپڑے ضرورت مندوں میں تقسیم، ناقابل استعمال کپڑوں کو ری سائیکل کر کے بامصرف بنانا
سحر و افطار	رمضان میں ہزاروں مستحقین کے لیے سحری و افطاری کے انتظامات
قربانی کا گوشت	بقرعید کے موقع پر اہل خیر کی قربانیوں کا گوشت لاکھوں افراد تک پہنچانا

الحمدللہ! اہل خیر کے اموال امانت سمجھ کر وصول اور دیانت کے ساتھ خرچ کیے جاتے ہیں

J.
FRAGRANCES
NATIONAL
FRAGRANCE
LIMITED EDITION
10
PRIDE
POUR HOMME
SHAHID AFRIDI
J.
www.junaidjamshed.com
J.Fragrances.Cosmetics
J. Fragrances.Cosmetics
J_Frag_Cos
J.JunaidJamshed

تحفہ رمضان

کیوں نہ ہم ارادہ کرلیں

کوئی ہمارا بھائی اس رمضان بھوکا نہ رہے

بیوہ، یتیم، مسکین، معذور اور زکوۃ کے مستحق افراد اور ضرورتمند طالبعلموں کی سالانہ کفالت

1 پیکجز - RS. 1500/-

01	آٹا	10	کلو
02	چینی	1	کلو
03	حب سالٹ	800	گرام
04	بیسن	1	کلو
05	دال چنا	1	کلو
06	دال مسور	1/2	کلو
07	کالا چنا	1/2	کلو
08	سفید چنا	1/2	کلو
09	ایوا آئل پیک	1	لیٹر
10	کھجور	1	کلو

2 پیکجز - RS. 2500/-

01	آٹا	10	کلو
02	چاول	5	کلو
03	چینی	2	کلو
04	حب سالٹ	800	گرام
05	بیسن	1	کلو
06	دال چنا	1	کلو
07	دال مسور	1	کلو
08	کالا چنا	1/2	کلو
09	سفید چنا	1	کلو
10	ایوا آئل پیک	1	لیٹر
11	ایوا گھی پیک	1	لیٹر
12	دھنیا پاؤڈر	100	گرام
13	لال مرچ پاؤڈر	100	گرام
14	کھجور	1	کلو

Scan to DownloadD the app.

Follow us BaitussalamWelfareTrust

UAN 021 111 298 111

Visit Baitussalam.org

تحفہ رمضان راشن پیکج تقسیم کرنے کے تین باسہولت اور منفرد انداز

01 مخیر حضرات پیشگی بکنگ کے بعد بیت السلام امدادی مرکز کراچی سے 15 شعبان کے بعد دی گئی مقررہ تاریخ پر راشن وصول کرکے اپنے متعلقین میں ضرورتمند خاندانوں میں خود سے تقسیم کر سکتے ہیں۔

02 بیت السلام امدادی مرکز کے رضاکار اہل خیر حضرات کی جانب سے خریدے گئے تحفہ رمضان راشن پیکجز کو پہلے سے تصدیق شدہ اور رجسٹرڈ مستحقین تک امانتداری کے ساتھ پہنچانے کی خدمت پیش کر رہا ہے۔

03 صارفین (ڈونرز) راشن کی بلاواسطہ وصولی کیلئے مستحقین کو نامزد کر سکتے ہیں۔ رمضان پیکجز کی بکنگ کے وقت ڈونر مستحق کے کوائف (مکمل نام اور موبائل نمبر) مہیا کریں گے جنکے ذریعے ہمارے نمائندے نامزد مستحقین کو مقررہ تاریخ پر امدادی مرکز کراچی سے رمضان پیکج جاری کریں گے۔

Meezan Bank (Zakat)
Title: Baitussalam welfare trust
Account No: 0127-0104048079

Bank Islami (Zakat)
Title: Baitussalam welfare trust
Account No: 1024-1030892-0001

Meezan Bank (Sadqa)
Title: Baitussalam welfare trust
Account No: 0127-0104048083

Bank Islami (Sadqa)
Title: Baitussalam welfare trust
Account No: 1024-1030884-0001

ڈونر حضرات ان بینک اکاؤنٹس میں ڈائریکٹ ڈپازٹ کرتے وقت خود مصرف (Category) کی وضاحت کردیں یا سات دن کے اندر ٹرسٹ کو اطلاع کردیں، ورنہ ٹرسٹ کسی بھی شرعی مصرف میں خرچ کرسکتا ہے۔

بیت السلام ویلفئر ٹرسٹ

2nd-26C سن سیٹ، کمرشل اسٹریٹ، مین خیابانِ جامی DHA فیز4، کراچی
donations@baitussalam.org | +92 320 7872 264

BAITUSSALAM